

جزیرے پر ایک پراسراری خاموشی طاری تھی یوں لگتا تھا جیسے صدیوں سے کوئی انسان اس طرف نہ آیا ہو۔ حتیٰ کہ کہیں سے کسی چند پرند یا کسی درندے کی آواز تک سنائی نہیں دے رہی تھی۔ چاند ایک شیشے کے گولے کی مانند آسمان پر چمک رہا تھا ستارے سب سے سب سے انداز میں زمین پر اس جانب دیکھ رہے تھے جس طرف ایک عجیب و غریب مخلوق اپنے بے ڈھنگے جسم کے ساتھ لڑھکتی ہوئی چلی آ رہی تھی۔ اس کے جسم پر بھورے رنگ کے گھنے بال تھے جو سر کندوں کی مانند نوکیلے تھے اور اس کے پنجوں کے ناخن خوفناک حد تک بڑے تھے۔

مئی 1985ء کی ایک چمکدار صبح ہم لوگوں نے اپنا سفر شروع کیا تو ہم سب کے چہرے ایک انجانائی خوشی اور ایک بھرپور ایڈونچر بھرے سفر سے لطف اندوز ہونے کے لئے متمتع رہے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے عزیز و اقارب اور بیوی بچوں سے ایک لمبے عرصے تک دور رہنے کا غم بھی ستارہا تھا۔ ہم سب جن میں میرے علاوہ میرے تین دوست اور ان کے ساتھ ساتھ چھ مزدور جنہیں ہم لوگوں نے بار برداری اور دوسرے کام کاج کے سلسلہ میں کچھ رقم دے کر اپنے ساتھ چلنے پر راضی کیا تھا۔ ہم چاروں دوست اپنے علاقے میں اچھے اور بہترین شکاری سمجھے جاتے تھے۔ ہم نے اپنی زیادہ تر زندگی خوفناک جنگلوں میں خونخوار درندوں کا شکار کھیلتے گزاری تھی۔ شکار کے دوران کئی بار ہم موت کے منہ سے بچے تھے لیکن اس کے باوجود جان جو کھوں کا کام کرنے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے تھے۔ ایک روز باتوں ہی باتوں میں کسی دور دراز جزیرے پر جا کر شکار کھیلنے کا پروگرام بن گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کو عملی جامعہ پہنانے کے لئے ایک بڑی لانچ کے مالک کو بھاری رقم ادا کر کے ساتھ چلنے پر آمادہ کیا اور کچھ گنگڑے اور تجربہ کار مزدور بھی اس لانچ کے مالک کی مدد سے مل گئے۔

اور اس کے نتیجے میں آج ہم سب ایک بڑی سی لانچ میں سوار ہو کر سمندر میں اپنے ان دیکھے سفر کا آغاز کر چکے تھے۔ تاحد نگاہ سمندر کانینگوں پانی سفید سفید جھاگ اڑاتا شیشے کی سلائڈ کی مانند چمک رہا تھا اور اس پر مچھلیاں پکڑتے سفید سفید آبی پرندے بہت بھلے لگ رہے تھے۔ لانچ میرے ایک دوست تیمور علی کے ہاتھوں میں پانی پر اچھلتی تیزی سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ ہم سب نے بھی لانچ چلانے کی ٹریننگ لے لی تھی کہ نجانے کیسے حالات سے سامنا کرنا پڑے یہ سوچ کر سب نے اچھی طرح اور ذمہ داری سے تربیت حاصل کر لی تھی تاکہ کسی ممکنہ حادثہ سے فوری طور پر بچا جاسکے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے مزدوروں کو بھی تھوڑی بہت

ٹرینگ دے دی تھی تاکہ وہ بھی اپنا شوق پورا کرتے رہیں۔ ہم سب خوش گپیوں میں مصروف تھے، ہم نے گھر سے چلتے وقت اپنے سامان میں نقشہ، رسیوں کے بنڈل، گرم چادریں، چھریاں، چاقو، مٹی کے تیل کے کنسترو، ماچسوں کے پیکٹ، کافی کی بوتلیں، نمک، مرچ غرض ضرورت کی ہر وہ چیز رکھ لی تھی جس کی ہمیں کسی بھی وقت ضرورت پڑ سکتی تھی۔ کارتوسوں کی بڑی بڑی پیٹیاں، رائفلیں اور ماڈرز وغیرہ اپنی ضرورت سے بھی زیادہ لالچ میں رکھ لئے تھے۔ اس لئے ہم سب بے فکری سے سفر سے لطف اندوز ہو رہے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم کسی پکنک پوائنٹ پر تفریح کی غرض سے جا رہے ہوں۔

نقشے کے مطابق ہم سب کی منزل سمندر میں موجود دور دراز کا ایک جزیرہ ”بلیک آئی لینڈ“ تھا۔ جس کے بارے میں ایک عام روایت تھی کہ یہ جزیرہ دنیا کے خوفناک ترین جزیروں میں سے ایک ہے۔ اس کے اندر آج تک کوئی شکاری یا سیاح نہیں جاسکا اور نہ ہی وہاں سے کسی قسم کی معلومات کوئی لاسکا۔ اس لئے یہ جزیرہ ابھی تک دنیا والوں کے لئے ایک سر بستہ راز ہی تھا ان لوگوں نے اسے اپنے لئے ایک چیلنج سمجھتے ہوئے انتخاب کیا تھا۔ شروع شروع میں جو بھی اس کا نام سنتا اپنے کانوں کو ہاتھ لگانے لگتا۔ ان چھ مزدوروں میں سے بھی چار مزدوروں نے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا تھا مگر جب میں نے انہیں حوصلہ دیا اور کافی ساری رقم کی جھلک دکھائی تو وہ ساتھ چلنے پر آمادہ ہو ہی گئے۔ ہم نے ان مزدوروں کو کچھ معقول رقم پہلے ہی دے دی تھی تاکہ وہ اپنے گھر والوں کو خرچہ وغیرہ دے دیں تاکہ انہیں بعد میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اور اس سارے مرحلے کو بخوبی طے کرنے کے بعد آج ہم اپنے سفر کا آغاز کر چکے تھے۔ اور بلیک آئی لینڈ کی جانب رواں دواں تھے۔ اس دوران ہم سب نے باری باری لائچ کو چلایا تھا تاکہ دوسرے افراد بھی تھوڑا آرام کر سکیں اور تازہ دم رہیں۔ ایسا کرنے سے ہم سب کے چہروں پر ہلاکت بھی اور ہم آنے والے وقت سے بے خبر خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

شام کا جھپٹا ہر سو پھیلنے لگا تھا آبی پرندے قطاریں باندھے واپس اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ آسمان پر کہیں کہیں آوارہ بادل اٹھکیلیاں کرتے پھر رہے تھے۔ سمندر کا پانی خاموش ہو گیا تھا اور ننھے ننھے ستارے آسمان پر ٹٹمنے لگے تھے جن کے جھرمٹ میں چاند بھی کبھی کبھی اپنا روشن چہرہ نکال کر لالچ کے مسافروں کی طرف جھانک لیتا تھا۔ ہم سب نے ہلکا پھلکا کھانا کھا کر اپنے ہاتھوں میں چائے کے کپ تھام رکھے

تھے۔ آگ جلانے کے لئے ہم نے گیس سے چلنے والے چولہے کا بندوبست سب سے پہلے کیا تھا۔ تیمور صاحب کیا خیال ہے ہم کب تک اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے؟ افضل احمد نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔ اگر ہم بغیر ر کے اسی رفتار سے آگے بڑھتے رہے تو میرے خیال میں پرسوں دو پہر تک ہم ”بلیک آئی لینڈ“ تک ضرور پہنچ جائیں گے۔ تیمور علی نے لالچ کا سٹیرنگ گھماتے ہوئے جواب دیا۔ ”میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ لوگوں نے خواہ مخواہ کیوں اس جزیرے کو منحوس اور آسیب زدہ مشہور کر رکھا ہے“ میرے ایک دوست شان نے کندھے اچکاتے ہوئے لقمہ دیا۔ اگور کھٹے ہیں دوستو! جو لوگ کسی کام کو سرانجام نہیں دے سکتے وہ ایسی ہی بے سروپا باتیں کر کے خود کو دھوکا دیتے ہیں۔ تیمور علی نے جواباً کہا۔ ”باقی اس بات میں کہاں تک صداقت ہے اس کا تو وہاں چل کر ہی پتہ چلے گا اس لئے جب تک ہم وہاں پہنچ نہیں جاتے اس قسم کی قیاس آرائیاں کرنا فضول ہے۔“ میں نے بھی دخل در معقولات دیتے ہوئے کہا۔ اسی قسم کی ہنسی اور ہلکا پھلکا مذاق کرتے ہوئے ہم سمندر میں آگے کی جانب بڑھتے جا رہے تھے۔

ہمارے پاس فیول کا شاک تھا اس لئے اس کی طرف سے تو ہم بالکل بے فکر تھے باقی خوراک کی طرف سے بھی ہم نے ہاتھ کھلا رکھا تھا اور ضرورت سے زیادہ ہی خوراک سٹور کی تھی کہ نجانے کتنے روز ہمیں جزیرے پر رہنا پڑے اور کن حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ رات کے وقت سمندر کے پانی پر چاند کی سفید چاندنی بہت بھلی لگ رہی تھی رات دھیرے دھیرے اپنا سفر جاری رکھے اجالے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ تیمور علی نے لالچ کا سٹیرنگ ایک مزدور کو تھا کر کچھ ہدایات دیں اور خود ایک طرف بنے کیبن کی جانب بڑھ گیا۔ ہم دیگر دوست پہلے ہی کیبن میں بچھے ہوئے موٹے موٹے گدوں کے بستروں پر براجمان تھے اور آنے والے حالات پر تبصرہ کر رہے تھے۔ تیمور علی بھی ایک خالی بستر دیکھ کر اس پر دراز ہو گیا۔ کچھ دیر وہ بھی ہمارے ساتھ ہماری باتوں میں شامل ہو گیا اور باتیں کرتے کرتے ہم نیند کی آغوش میں کھو گئے۔

صبح جب ہماری آنکھ کھلی تو سورج کافی نکل چکا تھا اور لالچ سمندر کے پر شور پانی پر اچھلتی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ ہم نے نقشے اور کمپاس کے حساب سے دیکھا تو ہم اپنی منزل سے ایک دن کی دوری پر تھے۔ ہم نے باری باری ناشتہ کیا اور مزدوروں سے رات کے سفر کے متعلق بات چیت کرنے لگے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ساری رات باری باری لالچ کو چلاتے رہے تھے اور اس دوران کوئی غیر معمولی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ میں نے ایک مزدور

کے ہاتھوں سے سٹیرنگ پکڑا اور اسے ناشتہ کرنے کا کہہ کر لالچ کی رفتار بڑھا دی۔ لالچ ایک جھٹکا لیتے ہوئے پانی کی لہروں پر اچھلی اور بندوق کی گولی کی مانند اور تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ ابھی ہمیں سفر کرتے آدھا گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ پانی کی لہروں میں کچھ کچھ حرکت ہونے لگی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے لہروں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔ لالچ پانی پر ڈولنے لگی اور اس کا سٹیرنگ میرے ہاتھوں سے نکلنے لگا جسے میں نے مضبوطی سے تھام رکھا تھا مگر اس کے باوجود میرے ہاتھ اسے سنبھالنے میں ناکام ہو رہے تھے۔ لہروں کے پر زور شور میں کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی ہم سب نے چیختے ہوئے ایک دوسرے کو تھام رکھا تھا اور پھر تیور علی کی ہدایات پر مزدوروں نے لالچ پر سے وزن کم کرنے کے لئے اپنا فالتو سامان اٹھا اٹھا کر سمندر کے پانی میں پھینکنا شروع کر دیا کہ شاید وزن ہلکا ہونے سے لالچ کے اُلٹنے کا خطرہ کم ہو سکے مگر موجوں نے اسے مزید اور جھٹکے دیئے شروع کر دیئے۔ میں نے چیختے ہوئے افضال احمد کو آواز دی کیونکہ مجھ سے اب لالچ کا سٹیرنگ کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا تھا اور میرے ہاتھ شل ہو چکے تھے۔ افضال احمد نے آہستہ آہستہ میرے قریب آن کر مجھ سے سٹیرنگ لے لیا اور لالچ اسی رفتار سے آگے بڑھتی جا رہی تھی مگر اس کے چلنے کے انداز میں فرق آ گیا تھا پہلے وہ پرسکون انداز میں آگے بڑھ رہی تھی مگر اب وہ مینڈک کی طرح اچھلتی کودتی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ ہمیں اس انداز میں سفر کرتے مسلسل دو گھنٹے ہو گئے تھے مگر ان دو گھنٹوں کو ہم نے کس اذیت سے گزرا تھا یہ ہم یا ہمارا خدا ہی جانتا تھا۔ لالچ کے مسلسل جھٹکوں نے ہم سب کے جسموں کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور ہمارا انگ انگ درد سے تڑپ رہا تھا۔ اور پھر کچھ ہی دیر میں موجیں کم ہونا شروع ہو گئیں اور پھر یکدم سمندر کا پانی یوں ساکت اور پرسکون ہو گیا جیسے کبھی اس میں طغیانی آئی ہی نہ ہو۔ سمندر کے پرسکون ہوتے ہی ہم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ سورج اب ہمارے عین سروں پر آگیا تھا اور ہمیں اب بھوک نے بھی ستانا شروع کر دیا تھا ہم نے مزدوروں سے کہہ کر کھانا تیار کروایا اور پھر میر ہو کر کھایا۔ موجوں سے لڑنے کی وجہ سے ہمیں بھوک بھی بہت لگی تھی اس لئے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ کھانا کھا کر ہم نے کچھ دیر آرام کیا۔ صبح سویرے ہم اپنی منزل پر پہنچنے والے تھے اس لئے ہم وہاں تازہ دم ہو کر جانا چاہتے تھے جزیرے کے متعلق سننے والی عجیب و غریب باتیں اور قصے ہمارے ذہنوں میں گونج رہے تھے اور ہمارے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ لالچ اپنی پوری رفتار سے سمندر کے پانی پر اچھلتی بھاگتی چلی جا رہی تھی کہ اچانک یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی بھنور میں پھنس گئی ہو اور پھر تیزی سے گھومنے لگی۔ لالچ میں موجود دوسرے افراد

پریشانی کی کیفیت میں کھڑے سمندر کے پانی کے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کیا ہوا یہ لالچ کو چکر کیوں آ رہے ہیں؟ شان نے قریب آ کر پوچھا۔ ”میرے خیال میں ہم شارک مچھلیوں کے علاقے میں پہنچ گئے ہیں کیونکہ آپ لوگوں سے ملنے سے پہلے میں ایک بحری جہاز میں ملازمت کرتا تھا اور اکثر و بیشتر ہمیں ان حالات سے واسطہ پڑتا رہتا تھا اس لئے لالچ کو جس طرح کے جھکے لگ رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس علاقے میں شارک مچھلیوں کی بہتات ہے۔ اس میں زیادہ گھبرانے والی بات نہیں ہے کیونکہ جب تک شارک مچھلیوں کو تنگ نہ کیا جائے اس وقت تک یہ کچھ نہیں کہتی ہیں۔ ہاں اگر ان پر حملہ کرنے میں ہم پہل کریں گے اور اس کے نتیجے میں اگر ان میں سے کوئی زخمی ہو جائے تو پھر ہمیں ان کا لقمہ بننے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ان سے بچاؤ کا یہی طریقہ ہے کہ خاموشی سے اپنا سفر جاری رکھا جائے اور کسی نہ کسی طریقے سے لالچ کو اس علاقے سے فوراً دور لیجایا جائے۔“ ایک مزدور نے تمام تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اس کی یہ بات سنتے ہی تیمور علی نے لالچ کو کنٹرول کرتے ہوئے بھنور سے نکالا اور اس کی رفتار تیز کر دی۔ لالچ نے ایک جھٹکا لیا اور مینڈک کی مانند اچھلتی تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگی۔ کچھ ہی دیر میں ہم اس علاقے سے بہت دور نکل آئے۔ مسلسل چار پانچ گھنٹوں تک سفر کرنے کے بعد ہمیں دور بہت دور ایک سیاہ لکیری نظر آئی ہم سمجھ گئے کہ یہی سیاہ لکیر ہی ”بلیک آئی لینڈ“ ہے یہ دیکھ کر ہم سب نے ضروری سامان ایک ترتیب سے ایک جانب رکھنا شروع کر دیا ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ صرف وہی سامان ہی جزیرے پر لیجایا جائے جس کی ہمیں اشد ضرورت پڑے گی فالٹو سامان لیجانے سے خواہ مخواہ اسے سنبھالنا پڑتا۔ جوں جوں ہم اس لکیر کی جانب بڑھتے جا رہے تھے تو توں اس سیاہ لکیر کا حجم بڑھتا جا رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس سیاہ لکیر نے ایک وسیع جزیرے کی شکل اختیار کر لی۔ جزیرے کی سرزمین پر درختوں کی قطاریں دور سے ہی دکھائی دینے لگی تھیں۔ دور سے وہ ایک گھٹا اور گنجان نظر آ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں لالچ نے جزیرے کی سرزمین کو چھوا اور جھٹکا کھاتے ہوئے رک گئی۔ تیمور علی نے جزیرے کے نزدیک پہنچتے ہی اس کی رفتار کم کر دی تھی اس لئے وہ پانی پر تیرتی ہوئی جزیرے کی زمین سے ٹکرا کر رک گئی۔ بعد میں اس نے لالچ کا انجن بند کر کے چابی میری جانب اچھال دی جسے میں نے جلدی سے اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا اور بے خیالی میں اپنی پتلون کی سائڈ والی جیب میں ڈال لیا۔ ہم نے پہلے تمام مزدوروں کو نیچے اتارا اور پھر سامان اٹھا اٹھا کر انہیں پکڑانے لگے جسے وہ زمین پر ایک طرف رکھنے لگے۔

سارا ضروری سامان اتار کر ہم بھی لاٹچ سے نیچے آ گئے اور بڑے غور سے جزیرے کو دیکھنے لگے۔ جزیرے پر ایک پر اسرار سی خاموشی طاری تھی یوں لگتا تھا جیسے صدیوں سے کوئی انسان اس طرف نہ آیا ہو۔ حتیٰ کہ کہیں سے کسی چرند پرند یا کسی درندے کی آواز تک سنائی نہیں دے رہی تھی شاید ایسا شام کا جھپٹنا چھا جانے کی وجہ سے محسوس ہو رہا ہو۔ پھر کچھ دیر میں ہم نے آپس میں فیصلہ کر کے رات یہیں ساحل سمندر پر بسر کرنے کے ارادے سے سامان میں سے مضبوط کپڑے کے خیمے نکالے جنہیں مزدوروں نے بڑی مہارت اور چابکدستی سے ساحل کی ریت پر کھونٹے گاڑ کر لگا دیا۔ ہم نے اپنے ساتھ سفری بستر بھی رکھے تھے وہ بھی انہوں نے جھٹ پٹ خیموں میں لگا دیئے۔ پھر اطمینان سے رات کا کھانا کھایا اور سونے سے پہلے ہم نے احتیاط کے پیش نظر باری باری پہرہ دینے کی ڈیوٹیاں لگا دی تھیں تاکہ کسی ممکنہ خطرے سے فوری طور پر بچنا جاسکے۔ ہم چونکہ دس افراد تھے اس لئے ہم نے دو دو افراد کی ٹولیاں بنالیں اور ہر ٹولی کے ڈے دو گھنٹے جاگ کر پہرہ دینے کی ڈیوٹی لگائی اور اس بات کی سختی سے تاکید کی گئی کہ ہر ٹولی کے افراد انتہائی چابکدستی اور ذمہ داری سے پہرہ دیں گے۔ اس کے باوجود کہ جزیرے پر ہمیں کوئی غیر معمولی چیز دکھائی نہیں دی تھی لیکن پھر بھی ہم نے پہرہ دینے کے کام کو اہم جانا تھا۔ باری کے مطابق پہلی ٹولی میں دو مزدور ہاتھوں میں رافلس لے کر خیمے سے ذرا ہٹ کر ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ گئے تھے اور ہم آرام کرنے کی غرض سے اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔

چاند ایک شیشے کے گولے کی مانند آسمان پر چمک رہا تھا ستارے سب سے سبب انداز میں زمین پر اس جانب دیکھ رہے تھے جس طرف ایک عجیب و غریب مخلوق اپنے بے ڈھنگے جسم کے ساتھ لڑھکتی ہوئی خیموں کی جانب بڑھتی جا رہی تھی اس کے لڑھکنے کے انداز کو دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ جیسے تیل کا ڈرم زمین پر لڑھکتا جا رہا ہو۔ یہ ”چوملنگما“ تھی اس خوفناک اور کالے جزیرے کی انتہائی خطرناک مخلوق۔ اس کے جسم پر بھورے رنگ کے گھنے بال تھے جو سر کندوں کی مانند نوکیلے تھے اور اس کے بچوں کی چھ چھ انگلیاں تھیں جن کے ناخن اپنی لمبائی کی وجہ سے آگے سے کسی قدر مڑ گئے تھے اور اس کا چہرہ کینگر وکی شکل جیسا تھا اور ناک چوڑا اور انتہائی بھدرا تھا اس کے جبروں کا گوشت منہ کے دونوں اطراف سے باہر کی جانب نکلا ہوا تھا اور اس کے سائیڈوں سے نکلے ہوئے پیلے پیلے دانت اس کی ٹھوڑی تک جھول رہے تھے۔ اس کے چلنے کا انداز قدرتی طور پر لڑھکنے جیسا تھا اور ایک نظر میں وہ ایک گولے کی مانند ہی دکھائی دیتی تھی وہ تیزی سے لڑھکتی ہوئی خیموں کی جانب جا رہی تھی جیسے کوئی دور بیٹھا اسے ریموٹ کنٹرول سے چلا رہا ہو۔

چاند آسمان پر دھیرے دھیرے اپنے سفر میں مصروف تھا۔ دونوں مزدوروں ہاتھوں میں پکڑی رانٹلیں پتھر کے سہارے ٹکا کر باتوں میں مصروف تھے اور اپنے بھیا تک انجام سے بے خبر اس جزیرے کی پراسراریت کے متعلق باتیں کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ ان لوگوں کی بیوقوفی اور توہم پرستی پر بھی ہنس رہے تھے جنہوں نے اس خوبصورت جزیرے کے متعلق خواہ مخواہ کی بے سرو پا اور جھوٹی باتیں پھیلا رکھی تھیں حالانکہ جب سے وہ لوگ اس جزیرے پر پہنچے تھے ابھی تک انہیں کوئی ایسی چیز دکھائی نہیں دی تھی جسے دیکھ کر انہیں ان لوگوں کی پھیلائی ہوئی باتوں کا یقین ہوتا۔ ساتھ ساتھ وہ اس پہلو پر بھی غور کر رہے تھے کہ شاید بحری قزاقوں نے یہاں کوئی خزانہ دفن کر رکھا ہو اور اسے محفوظ کرنے کے لئے اس قسم کی جھوٹی خبریں پھیلا دی ہوں تاکہ کوئی اس جزیرے پر آن کر ان کے خزانے کو حاصل نہ کر سکے۔ جزیرے پر ایک سکون کی سی کیفیت طاری تھی کہیں کہیں سے کسی جھینگر کے بولنے کی آواز سنائی دیتی تو پیل بھر کے لئے خاموشی کا طلسم ٹوٹا اور پھر وہی گھمبیر خاموشی چھا جاتی۔ ایک مزدور جو سامنے کے رخ بیٹھا جزیرے کے درختوں کی جانب ہی دیکھ رہا تھا کہ اچانک باتیں کرتے کرتے اس کا منہ کھلے کا کھلا ہی رہ گیا اور اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹی رہ گئیں اس کی نظریں اس عجیب و غریب شے پر ٹکی ہوئی تھیں جو ایک ڈرم کی طرح لڑھکتی ہوئی خیموں کی جانب ہی آرہی تھی پہلے تو وہ اسے ایک خالی ڈرم ہی سمجھا مگر جب آنا فانا وہ چیز ان کے نزدیک پہنچ کر ایک دم اچھل کر کھڑی ہوئی تو خوف و دہشت سے ان کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ ان کے سامنے ایک عجیب الخلقت شے تھی جس کی طرف دیکھتے ہی ان دونوں کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔ خوف سے انہیں اپنے نزدیک رکھی بندوقیں تک اٹھانے کا خیال نہ آیا۔ انہوں نے بھاگنے کے لئے قدم آگے بڑھانا چاہے مگر ان کے قدموں نے تو زمین کو یوں تھام لیا تھا جیسے کوئی مٹھناٹیس لوہے کو پکڑتا ہے۔ ان کے چیخنے چلانے سے جزیرے کی خاموش فضا میں ان کی آوازوں کی بازگشت ابھی تک گونج رہی تھی اور ان کے یکدم چیخنے سے درختوں پر بیٹھے سینکڑوں پرندے اپنے پر پھڑپھڑاتے ہوئے باہر نکل کر آسمان پر اڑنے لگے اور اس کے ساتھ ہی خیموں میں سوئے ہوئے ہم لوگ بھی گھبرا کر باہر نکل آئے اور ہم نے بڑبڑاتے ہوئے اور اپنی آنکھوں کو مسلتے ہوئے حقیقت جاننا چاہی تو ہماری بھی وہی حالت ہو گئی جو اس سے پہلے دیگر دو مزدوروں کی ہوئی تھی۔ ابھی ہم اپنے بچاؤ کی کوئی صورت سوچ ہی رہے تھے کہ اس بلا کا داؤ چل گیا اور اس نے اپنے نزدیک کھڑے ایک مزدور کے چہرے پر اپنا بھاری ٹھہر دے مارا۔ ٹھہر لگتے ہی مزدور جو سکتے کی سی حالت میں کھڑا اس کی طرف دیکھ

رہا تھا اچھل کر دور جا کر اور یہ دیکھ کر دیگر افراد کی چیخیں نکل گئیں کہ تھپڑ کھانے والے مزدور کا دھڑ اور سر علیحدہ علیحدہ جا گرے تھے یہ دیکھ کر سب نے اس عجیب و غریب بلا کی طاقت کا اندازہ لگا لیا تھا ہم نے دوڑ کر خیموں سے اپنی بندوقیں نکالیں اور ان کا رخ اس بلا کی جانب موڑ کر گولیاں برسانا شروع کر دیں مگر اس سے پہلے کہ گولیاں اس بلا کے جسم کو چھوتیں اس بلا نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور زمین پر گرتے ہی اس کا جسم تیزی سے ایک گیند کی شکل میں تبدیل ہو گیا اور وہ توپ کے گولے کی مانند زمین پر لڑھکتی ہوئی ہماری جانب بڑھی اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر ہم تیزی سے دائیں جانب ہو گئے۔ وہ تیزی سے آگے نکل گئی اور کچھ دور جا کر اس نے اپنا رخ بدلا اور دوبارہ ہماری طرف بڑھی یہ دیکھ کر ہم نے دوبارہ اس پر گولیوں کی بارش کر دی مگر اس سے پہلے کہ گولیاں اس کے جس کو چھوتیں وہ کسی گولی کی مانند ہمارے جسموں سے آنکرائی ہم نے اپنے بچاؤ کی بھرپور کوشش کی مگر اس کے جسم کے شدید جھٹکے سے ہم سب اچھل کر دور جا گرے اور بندوقیں ہمارے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ ہمیں نیچے گرتے دیکھ کر وہ یکدم اچھل کر کھڑی ہوئی اور تیزی سے ایک مزدور کو ہاتھوں میں دبوچ لیا اور اس کے بالوں کو پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا تو اس کا سر اس کے دھڑ سے علیحدہ ہو گیا اور اس میں سے نکلنے والی نیس اور رگیں ہوا میں لہرانے لگیں اور دھڑ ایک جانب جا کر اور زمین پر اس کے جسم کا خون تیزی سے پھیلنے لگا۔ اپنے ساتھی کا یہ بھیاںک انجام دیکھ کر ہم سب کے جسموں پر لرزہ طاری ہو گیا اور ہمیں اس جزیرے کے متعلق پھیلی ہوئی آسیبی باتوں پر یقین آ گیا ہم اس وقت کو کوس رہے تھے جب ہم نے اس منحوس جزیرے پر آنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہم نے دوڑ کر دوبارہ اپنی بندوقوں کو اٹھانے کا ارادہ کیا مگر اب وہ بلا ہمیں اس بات کا موقع کہاں دینے لگی تھی اس نے دوبارہ اچھل کر ایک اور ساتھی کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا مگر اب ہم سب ہوشیار ہو گئے تھے اس لئے ہم نے ادھر ادھر ہو کر خود کو اس کے حملے سے بچایا۔ مگر پھر بھی ایک بد قسمت مزدور اس کی گرفت میں آ ہی گیا جسے اس مخلوق نے جلدی سے پکڑ کر ایک بھرپور تھپڑ اس کے چہرے پر دے مارا اور اس کے چہرے پر تھپڑیوں پڑا جیسے کسی نادیدہ قوت نے اسے لوہے کا گرز دے مارا ہو اس کا دایاں گال پھٹ گیا اور اس کی کھال ایک جانب لٹک گئی تھی وہ چیخا ہوا ایک جانب بھاگا مگر وہ اس کی چیخوں سے بے نیاز اسے اپنی جانب گھٹنے لگی اور اپنے قریب آتے ہی ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس کی ٹانگوں کو پکڑ کر مخالف سمت میں کھینچ دیا یہ دیکھ کر خوف سے ہماری چیخیں نکل گئیں کہ ایک زندہ شخص ہمارے سامنے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ہم نے لرزتے جسموں کے ساتھ اس طرف دوڑ لگا دی

جہاں ہماری لالچ کھڑی تھی یہ تو شکر تھا کہ ہم نے اس کو مضبوطی کے ساتھ رسی سے نہیں باندھا تھا اس لئے اس کے نزدیک پہنچے ہی ہم سب اچھل اچھل کر اس میں سوار ہونے لگے میں نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر چابی نکالنا چاہی تو یہ دیکھ کر بھک سے میرا دماغ ماؤف ہو گیا کہ جیب خالی تھی اور لالچ کی چابی نجانے کہاں گر گئی تھی شاید بھاگتے ہوئے جزیرے پر ہی کہیں گر گئی ہوگی۔ بحر حال یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا اس لئے ہم نے جلدی سے نیچے اتر کر لالچ کو دھکا لگا کر پانی کے اندر دور تک لے گئے اب ساحل کی زمین اور لالچ کا فاصلہ تقریباً پچیس تیس فٹ کے قریب ہو گیا تھا مگر اب بھی یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اچانک وہ بلا پانی کے اندر سے نمودار ہوگی اور ہم میں سے کسی اور بد نصیب کو دبوچ لے گی۔ یہاں سے جزیرے پر پھیلی ہوئی ریت چاند کی چاندنی میں ہیروں کی مانند چمک رہی تھی دور سے وہ بلا ہمیں صاف نظر آرہی تھی ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دو حصوں میں بٹے ہمارے ساتھی کے سینے کو اپنے ناخنوں سے ادھیڑا اور اس کا دل مٹھی میں لے کر کچر کچر چبانے لگی ہمیں یہ دیکھ کر ابکائیاں آنے لگیں۔ ہمارے دو ساتھی شروعات میں ہی ہم سے پھڑکے تھے جن کی موت کا ہم سب کو بے حد افسوس تھا۔ دل کھانے کے بعد اس کے ہاتھ میں ہمارے مردہ ساتھی کے پیپڑے اور گردے جھول رہے تھے خون سے اس کا چہرہ لبریز ہو گیا تھا خوف و دہشت کی وجہ سے ہم سے اس کی طرف دیکھا بھی نہ جا رہا تھا وہ گوشت کھانے میں اس قدر مصروف تھی کہ آس پاس نظر آنے والے گیدڑ اور لکڑ بگڑ بھی بیٹھے اس کو بڑے غور اور حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

ہم بے بسی کی تصویر بنے اپنے دو معصوم اور بے گناہ ساتھیوں کو اس خوفناک بلا کا کھا جانتے دیکھتے رہے اور ان کی خاطر کچھ بھی نہ کر پائے اور اب اپنی جانیں بچا کر لالچ میں چھپے بیٹھے تھے۔ خوف سے ہمیں نیند نہیں آئی اور ہم جزیرے پر نظریں نکائے رات گزرنے کا انتظار کرنے لگے وہ خوفناک عفریت کچھ دیر بعد دوبارہ اچھلی اور اس کا جسم پھر گول ہوا اور وہ تیزی سے ایک جانب لڑھکنے لگی اور کچھ ہی دیر میں ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی ہم نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا جس نے ہمیں بال بال موت کے منہ سے بچا لیا تھا۔ رات کے نجانے کون سے پہر ہماری آنکھ لگ گئی اور اس وقت جاگے جب سورج کی کرنیں لالچ کے عرشے پر پھیلنے لگی تھیں پہلے تو ہم بے خیالی میں آرام سے لیٹے سورج کو تکتے رہے پھر جیسے ہی ہمیں رات والی خوفناک بلا اور وہ خونی منظر یاد آیا ہم فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور تیزی سے جزیرے کی طرف نظریں دوڑائیں تو ہمیں وہاں پھیلی ہوئی

ہریالی نظر آئی جو کہ کل رات اندھیرا ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آئی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں وہ جا بجا پھیلے ہوئے عجیب و غریب قسم کے عنابی اور پیلے پھول بھی دکھائی نہیں دیئے تھے جن کا سائز ایک پیالے جتنا بڑا تھا اور ان کا رخ اوپر کی بجائے زمین کی طرف تھا یہ کم و بیش چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اور نجانے ان میں سے کون سی بھینی بھینی خوشبو نکل رہی تھی کہ اس کا احساس ہمیں اتنے فاصلے سے بھی بخوبی ہو رہا تھا اس کے فوراً بعد ہم نے جزیرے کے چاروں طرف بھی غور سے دیکھنا شروع کر دیا کہ کہیں وہ عفریت دوبارہ ہماری تاک میں نہ چھپی بیٹھی ہو مگر کافی دور دور تک دیکھنے کے باوجود بھی وہ ہمیں کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔ ہم نے ہلکا پھلکا ناشتہ کیا اور پھر باقی بچ جانے والے مزدوروں کے ساتھ مل کر لانچ کو دھکیل کر دوبارہ ساحل تک لے آئے اور ایک رسی کی مدد سے قریب کے ایک درخت کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیا کہ کہیں لانچ رسی کھل جانے کی وجہ سے گہرے پانی میں نہ چلی جائے۔ ہماری رائفلیں ابھی تک وہیں پڑی تھیں اور خیمے بھی اسی طرح ایستادہ تھے اس بلا کا شکار ہونے والے ہمارے دونوں ساتھیوں کا بچا کھچا گوشت لگڑ لگڑ کھا گئے تھے اور اب وہاں صرف ہڈیوں کے ڈھانچے ہی پڑے دکھائی دے رہے تھے ہم نے سب سے پہلے اپنی رائفلیں قابو کیں اور پھر خیمے اٹھا کر ان کو لپیٹنا اور احتیاط سے لانچ میں رکھوا دیا اور رائفلیں ہاتھوں میں تھام کر جزیرے کے اندر داخل ہو گئے ہم نے چاروں مزدوروں کو اپنے ارد گرد نظریں جمائے رکھنے کا کہہ دیا تھا ہمیں خطرہ تھا کہ کہیں وہ بلا دوبارہ نہ حملہ آور ہو جائے۔ اس انداز میں ہم آگے بڑھتے جزیرے کے اندر داخل ہو گئے۔ جزیرے میں درختوں کی بہتات تھی اور جنگلی جھاڑیاں جگہ جگہ راستے میں نظر آئیں گنجان درختوں کی وجہ سے زمین پر اندھیرا اچھایا ہوا تھا اب جیسے ہی ہم جزیرے کے اندر داخل ہوئے تو ہمیں اس میں پھرنے والے جنگلی جانور اور حشرات الارض بھی نظر آنے لگے۔ بڑا عجیب اور پراسرار جزیرہ تھا جس میں سرخ رنگ کے جانور کافی مقدار میں دکھائی دے رہے تھے وہ اپنی ننھی ننھی آنکھوں سے جھاڑیوں میں چھپے ہماری طرف دیکھ رہے تھے ان کا جسم خرگوش کی مانند اور چہرہ بلی جیسا تھا ہم نے ایسے جانور پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔

ابھی ہم آپس میں باتیں کرتے اور ادھر ادھر دیکھتے تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ جزیرے کی زمین یوں ہلنے لگی جیسے کوئی دیو قامت مخلوق اس کو روندتی چلی آرہی ہو ہمارے خوف سے رنگ فق ہو گئے ابھی ہم اپنے بچاؤ کی کوئی صورت سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک ہمارے سروں پر موجود درختوں میں ہلچل ہوئی اور زمین پر یکدم تیز

روشنی پھیل گئی اور یہ دیکھ کر ہماری دہشت سے چیخیں نکل گئیں کہ ایک ڈائنوسار نسل کا جانور اپنی اونٹ جیسی تھوٹھنی درختوں سے نکالے ہمارے سروں پر موجود تھا اس کا سرد رختوں کے اندر آنے سے سورج کی روشنی زمین پر پھیل گئی تھی جس کی وجہ سے دن کا سماں جنگل کے اندر تک پھیل گیا تھا ہم نے اسے دیکھتے ہی ایک جانب دوڑ لگا دی ابھی ہم دس قدم ہی بھاگے ہوں گے کہ یکدم ہمارے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی اور ہم چیختے چلاتے ہوئے سر کے بل ایک گہرے کنویں میں گرتے چلے گئے۔

یہ شام کے تقریباً پانچ بجے کا وقت ہوگا جب چھ جنگلی ہاتھوں میں بھالے تھامے ننگے پاؤں جنگل میں یوں چلے جا رہے تھے جیسے وہ کانٹوں پر نہیں بلکہ کسی قالین پر چل رہے ہوں ان کے سروں پر کسی جانور کی انتڑیوں کی بنی ہوئی رسیاں بندھی تھیں جن میں رنگ برنگے پراڑے ہوئے تھے گالوں کو سفید رنگ سے رنگا ہوا تھا کالے چہروں پر سفید سفید دانت اور ٹھوڑیاں قدرے لمبوتری تھیں۔ چلنے کے ساتھ ساتھ وہ آپس میں ایک غیر مانوس زبان میں باتیں بھی کرتے جا رہے تھے تھوڑے تھوڑے وقفے سے ان میں سے کسی کے ہنسنے کی آواز بھی سنائی دے جاتی تھی۔ یہ سب ”ناواشکو“ قبیلے کے آدمجور تھے جنہوں نے جنگلی جانوروں کا شکار کرنے کے لئے جنگل کے وسط میں ایک بہت بڑا اور گہرا کنواں کھود کر اسے جنگلی جھاڑیوں سے ڈھانپ رکھا تھا جس میں اکثر و بیشتر جنگلی جانور بے دھیانی میں گر جاتے جنہیں بعد میں یہ لوگ نکال کر اپنی خوراک کے طور پر استعمال کرتے اس کے لئے وہ دوسرے تیسرے روز اپنی اپنی باری کے مطابق چکر لگاتے اور ایسا کبھی کبھار ہی ہوتا تھا کہ انہیں مایوس لوٹنا پڑتا ورنہ زیادہ تر وہ شکار لے کر ہی واپس قبیلے میں لوٹتے۔ آج یہ چھ افراد اپنی باری کے مطابق خوراک کی تلاش میں جنگل کی جانب بڑھ رہے تھے اور انہیں اس بات کا پکا یقین تھا کہ اس بار بھی وہ ناکام نہیں لوٹیں گے۔

گڑھے میں گرتے ہی وہ سب ریت کی خالی ہوتی ہوئی بورلیوں کی مانند ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر ہوتے چلے گئے اندر کی زمین نرم ہونے کی وجہ سے انہیں کوئی گہری چوٹ نہیں آئی یوں لگ رہا تھا جیسے گڑھے میں بارش کا پانی جمع ہونے کی وجہ سے زمین گیلی ہو رہی تھی۔ گڑھے کی گہرائی کم و بیش بارہ فٹ کے قریب تھی اور اس کی چوڑائی تقریباً چودہ فٹ کے نزدیک ہوگی۔ انہوں نے کچھ دیر بیٹھ کر اپنی سانسوں کو بحال کیا پھر گڑھے سے باہر نکلنے کی کوئی تدبیر سوچنے لگے زمین پر جا بجا چھوٹی بڑی لکڑیاں بھی بکھری پڑی تھیں جو جانوروں کے گرنے کے ساتھ ہی شاید نیچے گری ہوں گی۔ تیمور علی ایک ڈیڑھ فٹ لمبی اور ایک انچ موٹی لکڑی اٹھا کر اس کی نوک سے

گڑھے کی دیوار میں ایک سوراخ بنانے کا تقریباً چار بج گھر اور چوڑا سوراخ آسانی سے بن گیا دیواریں چونکہ نرم تھیں اس لئے انہیں کسی قسم کی پریشانی نہ اٹھانا پڑی۔ یہ دیکھ کر ایک مزدور زمین پر جھک کر بیٹھ گیا جسے دیکھ کر تیمور علی اس کی پیٹھ پر چڑھ کر مزید سوراخ نکالنے لگا وہ ایک ایک فٹ کے فاصلے سے سوراخ نکالتا جا رہا تھا اور کچھ ہی دیر میں اس نے تین سوراخ نکال لئے اب مزدور اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور تیمور علی اس کے کندھوں پر کھڑا مزید سوراخ نکالنے لگا اور مسلسل آدھا گھنٹہ محنت کرنے کے بعد وہ مزید تین اور سوراخ نکال چکا تھا چھ سوراخ نکالنے کے بعد وہ اچھل کر مزدور کے کندھوں سے نیچے کودا اور ہمیں باہر نکلنے کے لئے ہدایات دینے لگا۔ اس تمام کارروائی میں ہم اس کا پلان سمجھ چکے تھے اس لئے اسے ہمیں باہر نکلنے کے طریقے کے متعلق زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہ پڑی۔ ابھی ہم باہر نکلنے کے لئے سوچ ہی رہے تھے کہ ہمیں گڑھے کے اوپر ایک شور سانسائی دیا ایسے لگا جیسے بہت سے افراد کسی غیر مانوس زبان میں تیز تیز بول رہے ہوں اور پھر یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ کچھ ہی دیر میں وہی آوازیں گڑھے کے اوپر آن کر رک گئیں اور کچھ بھیا نک چہروں نے ہمیں گڑھے میں دیکھ لیا۔ ابھی ہم اپنے بچاؤ کے بارے میں کوئی منصوبہ بنانی رہے تھے کہ زمین پر درختوں کی چھال سے بنی رسی آن گری اور ساتھ ہی ہمیں ایک ناسمجھ میں آنے والی زبان میں کچھ کہا جانے لگا۔ اور ہمیں یہ سمجھنے میں قطعی دیر نہ لگی کہ وہ ہمیں اس رسی کے سہارے اوپر آنے کا کہہ رہے تھے ہم سب نے خوفزدہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر نظروں ہی نظروں میں ایک فیصلہ کرتے ہوئے اس رسی کی مدد سے باہر نکلنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم سب گڑھے کے باہر تھے۔ باہر نکلتے ہی ہمیں وہاں چھ ننگ دھڑنگ وحشی دکھائی دیئے جن کے چہرے ہمیں دیکھتے ہی کھل اٹھے تھے وہ اپنے بھالوں کی انیوں سے ہمیں ایک طرف چلنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ ہم ان کے کہنے کے مطابق اس طرف چلنے لگے جس طرف وہ ہمیں لے جانا چاہ رہے تھے۔ جنگل میں اب شام کے سائے گہرے ہوتے چلے جا رہے تھے اور ان کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اندھیرا پھیلنے سے پہلے پہلے جنگل سے نکل جانا چاہ رہے ہوں۔ جنگل کے اندر بنے ایک تنگ سے راستے پر چلتے ہوئے جیسے ہی ہم ایک موڑ مڑے ہمیں ایک درّہ نظر آیا جس کے کنارے پر مزید دو وحشی ہاتھوں میں بھالے تھا مے یوں کھڑے ہمیں آتا دیکھ رہے تھے جیسے انہوں نے کوئی انہونی چیز دیکھ لی ہو۔ ہم تیزی سے چلتے ہوئے ان کے نزدیک پہنچ گئے ہمیں آتا دیکھ کر وہ وحشی سے ناپنے لگے۔ وحشی ہمیں لئے درّے کے اندر داخل ہوئے ہمیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا ہم حیرت سے وہاں پھیلے

ہوئے خیموں کو دیکھ رہے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے ہم کسی تہذیب یافتہ دنیا میں آگئے ہوں سب خیمے ایک ترتیب سے بنے ہوئے تھے ان کی بناوٹ اور ان میں استعمال ہونے والا سامان سب کا سب ایک جیسا ہی تھا۔ لیکن ایک بڑی سی جھونپڑی جس کا سائز سب سے بڑا تھا ایک بہت ہی اونچی جگہ پر بنی ہوئی تھی جس کے اوپر ایک لکڑی پر ہرن کی کھوپڑی ٹنگی ہوئی تھی یہ غالباً اس قبیلے کے سردار کی رہائش گاہ ہوگی۔ یہ سوچتے ہوئے ہم چلتے ہوئے بستی میں داخل ہو گئے۔ جیسے ہی ہم بستی کے وسط میں پہنچے جھونپڑیوں سے بچے اور عورتیں نکل کر اپنے اپنے گھروں کے باہر جمع ہونے لگے۔ وہ سب جن کے ساتھ ہم یہاں تک پہنچے تھے ہمیں لئے ایک طرف بنے ہوئے جھونپڑے میں داخل ہو گئے۔ یہ ایک کافی کشادہ جھونپڑی تھی جس کے اندر کھیریل کے بستر بچھے ہوئے تھے ایک طرف ایک مڑکا اور دو آب خورے بھی رکھے تھے۔ وہ وحشی ہمیں جھونپڑی میں چھوڑ کر واپس لوٹ گئے۔ ہم کچھ دیر بیوقوفوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور پھر یہاں سے باہر نکلنے کی کوئی تدبیر سوچنے لگے۔ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتے تھے۔

تمام وحشی وسط میں ایک بھیا نک اور مکروہ شکل کی عورت کے آگے دو زانو بیٹھے ہوئے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی سکول ٹیچر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے بچوں کو کوئی سبق پڑھا رہے ہوں۔ وہ بھیا نک شکل عورت بنانے کوئی زبان میں اشلوک پڑھ رہی تھی جو ان سب کی سمجھ میں آنے سے قاصر تھی۔ عورت نے اپنے دائیں ہاتھ میں کسی جانور کی ٹانگ کی ہڈی تھامی ہوئی تھی اور بائیں ہاتھ میں ایک خرگوش پکڑا ہوا تھا جو خوف سے تڑپ رہا تھا وہ اپنی بکواس کے دوران بار بار جنگلیوں کو اس خرگوش کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی جس کے جواب میں جنگلی اس خرگوش کو دیکھ کر چیختے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس عورت نے ایک جھٹکے سے اس خرگوش کا سر اس کے دھڑ سے علیحدہ کر کے دور پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر تمام جنگلی سجدے کی حالت میں زمین پر گر گئے۔ انہیں اس طرح دیکھ کر عورت نے ہاتھ میں جھولتا ہوا خرگوش کا دھڑ اپنے دانتوں سے نوچنا شروع کر دیا اور کچھ ہی دیر میں وہ کھال سمیت اس کے جسم کو اپنے پیٹ میں نگل گئی تھی۔ وحشیوں میں موجود ایک بوڑھا شخص جو اس کی یہ تمام کارروائی کو بغور دیکھ رہا تھا اس کے خرگوش کھاتے ہی اس نے کسی پرندے کے سر کی بنی ہوئی ایک وسل اپنے جیب کی جیب سے نکالی اور فوراً اپنے منہ سے لگا کر زوردار پھونک مار دی۔ اس سر میں سے ایک تیز گھنٹی نما آواز نکلی اور زمین پر پڑے ہوئے تمام وحشی یوں اٹھ کھڑے ہوئے جیسے اگر انہیں ایک لمحہ کی بھی دیر ہو جاتی تو ان پر قیامت ٹوٹ پڑتی۔ عورت نے

بوڑھے شخص کو کوئی بات کہی تو سب اس کی آواز سن کر اس جھوپڑی کی جانب متوجہ ہو گئے جس میں اس وقت وہ سب قید تھے۔

شان نے اٹھ کر جھوپڑی کی دیواروں کا جائزہ لینا شروع کر دیا وہ جنگلی گھاس پھوس سے تیار کی گئی تھیں لیکن کافی مضبوط لگ رہی تھی اس نے کوئی تیز دھار قسم کے آلے کے لئے جھوپڑی میں نظریں دوڑائیں لیکن اسے وہاں کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جس کا استعمال کر کے وہ دیوار میں کوئی سوراخ بنا سکیں۔ تیور علی اس کے ارادے کو بھانپتے ہوئے اس کے نزدیک آیا اور کہنے لگا۔ ”کیا سوچ رہے ہو؟“ میں خود اسی زاویے پر سوچ رہا ہوں لیکن میں رات ہونے کا انتظار کروں گا تاکہ رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم یہاں سے فرار ہو سکیں۔ اس لئے ہمیں چاک و چوبندر بننے کے لئے ایک دو گھنٹوں تک آرام کر لینا چاہئے تاکہ بعد میں کسی قسم کی پریشانی نہ اٹھانا پڑے۔ ابھی ہم باتیں کر رہے تھے کہ اچانک جھوپڑی کا دروازہ کھلا ایک وحشی ہاتھ میں دو تین پرندوں کو لٹکائے اندر داخل ہوا پرندوں کے صرف پر صاف تھے یا بھونٹے ہوئے جل گئے تھے مگر جسم ثابت ہی تھے یوں لگتا تھا جیسے انہیں زندہ ہی بھونا گیا ہو۔ یہ دیکھ کر انہیں ابکیاں آنے لگیں۔ وحشی نے انہیں اشارہ کرتے ہوئے پرندے ایک طرف رکھے اور دوبارہ باہر نکل گیا۔ انہوں نے پرندوں کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور ستانے کے انداز میں زمین پر بچھے کھیریل کے بستر پر بیٹھ گئے۔ رات دھیرے دھیرے گزر رہی تھی اور کچھ ہی دیر میں ایک سکون کی سی کیفیت طاری ہو گئی انہوں نے اٹھ کر جھوپڑی سے باہر جھانکا تو باہر انہیں صرف ایک وحشی بھالا تھا مے دروازے پر پہرہ دیتے نظر آیا اور وہ بھی نیند کی وجہ سے جھوم رہا تھا۔ قسمت ان پر مہربان تھی انہوں نے دو مزدوروں کو اس پر نظر رکھنے کا کہا اور خود تینوں جھوپڑی کے آخری حصے کی جانب بڑھ گئے وہ جلد از جلد یہاں سے بھاگ جانا چاہتے تھے۔ تھوڑی سی تلاش سے انہیں جھوپڑی میں ایک نوکیلی لکڑی مل گئی جس کی مدد سے انہوں نے دیوار میں سوراخ نکالنا شروع کر دیا اور کچھ ہی دیر میں اتنا بڑا سوراخ بنانے میں کامیاب ہو گئے جس سے ایک شخص با آسانی گزر سکے۔ لکڑی ایک طرف رکھ کر وہ باری باری اس سوراخ سے باہر کی جانب نکلنے لگے۔ جھوپڑی کے باہر تاریکی پھیلی ہوئی تھی وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے اندھیرے میں چلتے ہوئے ایک جانب چل پڑے اندھیرے میں چلتے ہوئے وہ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے ان کا ایک غلط قدم انہیں موت کی وادی میں لے جاسکتا تھا۔ تھوڑی دور تک چلنے کے بعد انہیں دور پہاڑیاں نظر آئی جو اندھیرے میں

جنات کی طرح دکھائی دے رہی تھیں وہ اندازے سے لیکن ذراتیز قدموں سے ان کی جانب بڑھنے لگے وہ جلد از جلد اس قبیلے اور وحشیوں کی پہنچ سے دور نکل جانا چاہتے تھے۔ وحشیوں کو غالباً ابھی ان کے فرار کا پتہ نہیں چلا تھا ورنہ وہ ان کی تلاش میں نکل پڑتے ویسے بھی رات کا پچھلا پہر ہونے کی وجہ سے وہ ان کی طرف سے بے فکر تھے کہ رات کی تاریکی میں وہ وہاں سے بھاگنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے صرف ایک وحشی کو ہی ان کی چوکیداری کے لئے کافی سمجھا تھا۔

تقریباً گھنٹہ بھر چلنے کے بعد پہاڑیاں نزدیک آگئی تھیں یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ پہاڑیاں میلوں فاصلے تک پھیلی ہوئی تھیں وہ اب دوڑنے کے انداز میں چل رہے تھے۔ نزدیک پہنچنے پر انہوں نے دیکھا کہ پہاڑیوں کا رنگ گہرا سیاہ تھا یوں لگتا تھا جیسے کسی نے انہیں آگ میں دھکا دیا ہو اور آس پاس پڑے چھوٹے بڑے پتھر بھی گہرے سیاہ رنگ کے تھے۔ نجانے یہ کونسی سرزمین تھی اس قسم کے پہاڑ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی نہ دیکھے تھے۔ شمال سے جنوب کی طرف پھیلا ہوا پہاڑیوں کا سلسلہ یوں نظر آ رہا تھا جیسے کسی نے سیاہ رنگ کی چادر تان رکھی ہو۔ زمین پتھر ملی تھی لیکن انہیں بھاگنے میں کوئی دقت نہ ہو رہی تھی وہ مسلسل آگے کی جانب بھاگتے چلے جا رہے تھے۔ کافی دیر تک بھاگنے کے بعد وہ بہت دور نکل آئے تھے اور پھر اپنے سامنے نظر آنے والی ایک غار کے اندر داخل ہو گئے۔ غار کے اندر عجیب طرح کا قلعن پھیلا ہوا تھا یوں لگتا تھا جیسے ہزاروں چمکاڑوں کو مار کر محفوظ کر لیا گیا ہو سانس تک لینا دشوار ہو رہا تھا یہ دیکھ کر وہ پلٹ کر دوبارہ غار کے دھانے کے قریب ہو گئے اور یہاں انہیں کھلی ہوا کی وجہ سے سانس لینے میں آسانی محسوس ہو رہی تھی۔ ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی فکر ستر رہی تھی کہ وحشیوں کو جیسے ہی ان کے فرار کا پتہ چلا وہ ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے اور اس بار اگر وہ ان کے ہاتھ لگ گئے تو انہیں موت کے منہ سے کوئی نہیں بچا پائے گا اور یہ سوچ سوچ کر ان کے سانس خشک ہو رہے تھے۔ صبح ہونے میں ابھی کافی دیر تھی اور اجالا پھیلنے تک انہیں اسی غار میں ہی پناہ لینی تھی۔ نیند کو سوں دور تھی انہیں صرف اپنی جان بچانے کی فکر تھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ لگے سہمے سہمے انداز میں باتیں کر رہے تھے۔ آسمان پر آہستہ آہستہ سپیدہ نمودار ہونے لگا اور تھوڑی دیر بعد صبح کا اجالا پھیلنے لگا روشنی پھیلنے سے غار کے اندر کا منظر بھی واضح ہو گیا تھا۔ ایک تنگ سارا ستہ اس کے اندر دور تک جاتا نظر آ رہا تھا اندر اندر اندر اندر ہونے کی وجہ سے آگے تک دیکھنا ناممکن تھا۔ یہ سوچ کر کہ غار کے دوسری طرف نکلنے کا کوئی راستہ شاید اندر موجود

ہوا انہوں نے اندر داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ سب ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے غار کے اندر کی جانب بڑھتے لگے تھوڑا سا اندر جاتے ہی انہیں محسوس ہوا کہ جیسے وہ پانی میں چل رہے ہوں اور جیسے جیسے وہ اندر بڑھتے جا رہے تھے ویسے ویسے پانی گہرا ہوتا جا رہا تھا لیکن وہ برابر آگے بڑھتے رہے اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ کمر تک پانی میں ڈوبے ہوئے تھے اور چلتے جا رہے تھے۔ غار شیطان کی آنت کی طرح طویل ہوتی جا رہی تھی انہوں نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ اب چاہے ان کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے وہ واپس نہیں جائیں گے۔ یہ سوچ کر وہ مسلسل آگے بڑھتے رہے۔ تھوڑی دیر میں انہیں آس پاس کا منظر صاف دکھائی دینے لگا شاید باہر سورج نکل آیا تھا۔ غار کی دیواریں سیلن زدہ تھیں جن پر جمی ہوئی سبز کائی کی تہہ میں جھانکتی چھپکلیاں اپنی چمکدار آنکھوں سے انہیں حیرت سے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے انہوں نے کسی انسان کو پہلی بار دیکھا ہو۔ سبز کائی کی وجہ سے ان کے جسم بھی سبزی مائل ہی دکھائی دے رہے تھے۔ وہ آگے بڑھتے رہے جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے ویسے ویسے غار کشادہ ہوتا جا رہا تھا ابھی وہ چند فرلانگ ہی آگے بڑھے ہوں گے کہ دور انہوں نے ایک دھماکے کی آواز سنی۔ ایسا لگا جیسے کوئی وزنی چیز پانی میں کودی ہو وہ آنکھیں پھاڑے اس طرف دیکھنے لگے جس طرف سے وہ آواز سنائی دی تھی لیکن بغور دیکھنے کے باوجود بھی وہ کچھ نہ دیکھ پائے ابھی وہ اسی شش و پنج میں تھے کہ پانی پر دوڑتی ہوئی وہ عجیب مخلوق ان کے سامنے تھی۔ مگر چمچ کی شکل کا ایک عجیب جانور جس کی چھ ٹانگیں اور جسم بکری کے قد کے برابر تھا تیزی سے دوڑتا ہوا ان کی طرف بڑھتا آرہا تھا اسے اس طرح اپنی جانب آتے دیکھ کر انہوں نے غار کے پچھلے حصے کی جانب دوڑ لگا دی لیکن اس جانور کی رفتار ان سے کہیں زیادہ تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے چند لمحوں میں وہ ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ اسے اپنے اتنا نزدیک دیکھ کر وہ گھبرا گئے اور اسی گھبراہٹ میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر زمین پر گر گئے اور یہ نیچے گرنا ہی ان کے لئے فائدہ مند ثابت ہوا اور وہ مخلوق تیزی سے بھاگتی ہوئی ان کے آگے سے نکل گئی اپنی رفتار تیز ہونے کی وجہ سے وہ کافی دور جا کر دوبارہ پلٹی لیکن اس عرصہ میں وہ سنسجھل گئے تھے انہوں نے اپنے اپنے ہاتھوں میں بڑے بڑے پتھر اٹھائے اور جیسے ہی وہ مخلوق ان کے نزدیک پہنچی انہوں نے تاک کر اپنے اپنے ہاتھوں میں تھامے پتھر اس پر دے مارے۔ پتھر کسی کمان سے نکلے ہوئے تیروں کی طرح اڑتے ہوئے اس کے جسم سے ٹکرائے اس اچانک افتاد سے بلا گھبرا کر ایک لمحے کے لئے رکی اور دوسرے لمحے چیختی ہوئی غار کے اندر بھاگتی چلی گئی اس کی درد سے کراہتی ہوئی آواز کی بازگشت بہت دیر تک سنائی دیتی رہی۔ ہم سب

نے سکون کا سانس لیا اور اپنی جان بچ جانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

ساری رات ایک طرف تو اس عفریت کے دوبارہ آنے کا خوف اور دوسری جانب وحشیوں کے ڈھونڈ لئے جانے کا ڈر ستا تا رہا اور رات دھیرے دھیرے اپنا سفر طے کر کے اجالے کی جانب بڑھتی رہی۔ خوف و دہشت سے کسی کی بھی ایک پل کے لئے آنکھ نہ لگ سکی وحشیوں کو شاید ان کے فرار کا پتہ چل چکا ہوگا اور وہ بھوکے بھیڑیوں کے طرح ان کی تلاش میں نکل پڑے ہوں گے لیکن ان پہاڑیوں میں ابھی تک ان کے پہنچنے کے کوئی آثار تک نظر نہیں آئے تھے اس لئے کسی قدر مطمئن تھے لیکن وہ ساری عمر اب ان پہاڑیوں میں بھی چھپ کر نہیں بیٹھ سکتے تھے اس لئے دن کا اجالا پھیلنے ہی انہوں نے غار سے نکل کر دوسرے ٹھکانے کی جانب پیش قدمی کا سوچا۔ ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہے تھے کہ دن کی روشنی غار کے اندر تک آنے کی وجہ سے انہیں اس کے اندر دائیں جانب ایک سرنگ نظر آئی جس کا دہانہ تقریباً چار فٹ چوڑا ہوگا اس کے منہ کے آگے ایک بڑا سا پتھر رکھا تھا اور اس کا انداز بتا رہا تھا کہ کسی نے بھاگتے ہوئے اسے ٹکرا کر دہانے سے دور ہٹا دیا ہے۔ اور وہ سمجھ گئے کہ رات والی عفریت شاید بھاگتے ہوئے اس پتھر سے ٹکرائی ہوگی اور اس کی زوردار ٹکر سے ہی یہ پتھر سرنگ کے منہ سے سرک گیا ہوگا۔ بحر حال انہوں نے اس پر مزید سوچنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اس سرنگ کی جانب بڑھنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید اس سرنگ کے ذریعے وہ اس غار سے کہیں اور محفوظ جگہ نکل سکیں گے اور یہی سوچ کر انہوں نے سرنگ کی جانب پیش قدمی کی تھی۔

غار کے سوراخ سے اندر کی جانب ایک ایک فرد جھک کر داخل ہو گیا اندر جاتے ہی انہیں ایسے محسوس ہوا جیسے وہ کسی ہوادار کمرے میں آگئے ہوں کہیں سے تازہ ہوا اس کے اندر آرہی تھی۔ یہ اندر سے تقریباً بارہ فٹ چوڑی سرنگ تھی جس کے سامنے کے رخ ایک بڑا سا ہال دکھائی دے رہا تھا اس ہال میں سورج کی روشنی کے آنے سے یوں لگ رہا تھا جیسے ہزاروں وولٹ کے سینکڑوں بلب ایک دم روشن کر دیئے گئے ہوں۔ اور اس ہال تک پہنچ کر گھٹن کا احساس تک نہیں ہو رہا تھا ہال کے دائیں ہاتھ ایک اور راستہ دکھائی دے رہا تھا جس میں جانے کے لئے تین سیڑھیاں پتھر رکھ کر بنائی گئی تھیں یوں لگتا تھا جیسے کوئی ذی روح یہاں رہتا رہا ہو لیکن اس دور دراز جزیرے میں بھلا کون سر پھرا ہوگا جو یہاں رہائش اختیار کرنے کا سوچے۔ انہوں نے کچھ فیصلہ کیا اور اس نظر آنے والے راستے میں داخل ہو گئے اور یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس میں چار پانچ تانبے کے

بڑے بڑے صندوق رکھے تھے جن کے رنگ گردشِ لیل و نہار کے باعث سیاہ پڑ چکے تھے اور ان پر موٹے موٹے قفل پڑے ہوئے تھے جن پر کائی جی ہوئی تھی۔ صندوقوں پر یوں نقش و نگار کھدے ہوئے تھے جیسے بادشاہوں کے وقت میں ایسے صندوقوں پر ہوا کرتے تھے۔ ”خدا کی پناہ! اگر میں بھول نہیں رہا تو کیا یہ وہی خزانہ ہے؟“

افضل احمد نے حیرت سے چیختے ہوئے کہا۔ ”تم کس خزانے کا ذکر کر رہے ہو؟“ تیمور نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”میں نے ایک تاریخی ناول میں پڑھا تھا کہ ایک معزول بادشاہ نے جسے بغاوت کے ذریعے حکومت سے ہٹا دیا گیا تھا اس نے کسی نہ کسی طرح سے کچھ خزانہ ایک بحری جہاز کے کپتان کے ساتھ ساز باز کر کے اس کے جہاز میں رکھوایا تھا اور خود بھی بدل کر اسی جہاز میں ایک ملازم کی حیثیت سے سفر کر رہا تھا خزانہ دھات کی دس بارہ پیٹیوں میں چھپایا گیا تھا ایسا اس لئے کیا گیا تھا تا کہ خزانہ باحفاظت محفوظ جگہ پہنچ سکے۔ ایک روز بادشاہ نے اپنے خاص نائب کو ناچاہتے ہوئے بھی خزانے کی حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ دونوں خزانے والے گیمبن میں موجود تھے کہ سمندر میں طوفان آ گیا۔ جہاز تنکوں کی مانند موجوں پر ڈولنے لگا مسافر پریشانی اور گھبراہٹ میں اپنے اپنے بچاؤ کے لئے ادھر ادھر بھاگنے لگے ہر کسی کو اپنی جان بچانے کی فکر لگی ہوئی تھی کسی کو کسی کا خیال نہ تھا اور اسی افراتفری میں کہیں سے بحری قزاق آدھمکے اور جہاز پر چڑھ کر لوٹ مار مچادی اور جو ساز و سامان نظر آیا اسے لوٹ کر اپنے چھوٹے سے بحری جہاز میں بھرنے لگے۔ خزانہ جہاز کے نیچے بنے ہوئے ایک خفیہ تہ خانے میں چھپا دیا گیا تھا اس لئے ان کی نظروں سے اوجھل رہا اور عام طور پر دیکھنے میں نظر نہیں آتا تھا۔ تھوڑی دیر تک قزاق لوٹ مار کرتے رہے اور دوبارہ اپنے جہاز میں سوار ہو کر فرار ہو گئے۔ جہاز کے بچ جانے مسافروں میں راشد علی نام کا ایک جوڑا بھی تھا جو اپنی شادی کے بعد گھومنے پھرنے کے ارادے سے یورپ کی جانب روانہ ہوا تھا۔ جہاز پر موجود تقریباً ہر مسافر ان بحری قزاقوں کی لوٹ مار کا شکار بنا تھا۔ راشد علی قزاقوں سے چھپتا ہوا نیچے بنے ہوئے تہ خانے تک پہنچ گیا تھا اور اسے اس بات کا بالکل احساس تک نہ ہو سکا کہ وہ اس وقت ایک بہت بڑے خزانے کے قریب کھڑا ہے۔ تہ خانے میں ایک جانب چھوٹی سے کھڑکی دکھائی دی جس پر ایک پر پھڑ پھڑاتی فاخستہ کی تصویر تھی اور اس پر کراس کا نشان بھی بنا ہوا تھا اسے اس تصویر کے یہاں لگانے کا مقصد سمجھ نہیں آیا اور وہ بے خیالی میں چلتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ کر ٹھہر گیا ابھی وہ غور سے اس تصویر کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک جہاز کو ایک جھٹکا لگا یوں محسوس ہوا جیسے وہ پانی میں ڈوبنے کی تیاری کر رہا ہو۔ لیکن ایسا

صرف چند لمحوں کے لئے ہوا اور پھر یکدم ایک گھمبیر خاموشی چھا گئی۔ یہ دیکھ کر راشد علی نے اس تصویر کو ہلکے سے دبایا تو وہ ایک ڈھکن کی مانند اوپر اٹھ گئی اور اس کے اندر ایک اور کمرہ بنا ہوا تھا جس میں جھانکنے سے اس کی حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ اس کے اندر چھ سات جستی پیٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ادھر ادھر نظریں گھمائیں تاکہ اس کمرے کے اندر جانے کا کوئی اور راستہ مل سکے جلد ہی اسے اپنی بائیں جانب اسی طرح کا ایک دروازہ نظر آ گیا۔ اس نے اسے بھی اندر کی طرف دھکیلا تو وہ بھی ایک ڈھکن کی مانند اوپر اٹھ گیا۔ دو فٹ چوڑا اور چھ فٹ لمبا ایک راستہ اب اس کمرے کی طرف جانے کے لئے بن گیا تھا۔ وہ اس میں داخل ہوا تو سب پیٹیوں پر قفل پڑے ہوئے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک پیٹی کا جائزہ لینا چاہا کہ اچانک جہاز ایک پینڈولم کی مانند ڈولنے لگا۔ اسے تجسس ہوا کہ پیٹیوں میں شاید کوئی خاص چیز بند ہے۔ انسانی فطرت دیکھیں کہ اسے اپنی بچانے کی بجائے پیٹی کھول کر دیکھنے کا شوق چرانے لگا۔ حالانکہ جس کسی کی بھی وہ پیٹیاں ہوں گی وہ بھی شاید اب تک اپنی جان بچانے کی فکر میں جہاز سے نیچے پھینگی جانے والی کشتی میں کود چکا ہوگا۔ راشد نے تھوڑی سی تلاش سے ایک لوہے کا موٹا ڈنڈا حاصل کر لیا اور اس کی تین چار ضربوں سے تالا ٹوٹ کر لٹک گیا اس نے ڈنڈا ایک طرف پھینکا اور پیٹی کا ڈھکن اوپر اٹھا دیا یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ پیٹی لمبا لب سونے کی اشرفیوں، ہیرے جواہرات اور دیگر قیمتی اشیاء سے بھری ہوئی تھی۔ اس نے جلدی سے ڈھکن بند کیا اور دروازہ بند کر کے جلدی سے باہر نکل آیا اور سیدھا اپنے کیبن کی جانب بڑھ گیا جہاں اس کی بیوی اس کی منتظر تھی۔

اس نے تمام بات اسے بتائی اور وہیں رکنے کا کہہ کر خود جلدی سے کیبن سے باہر نکل آیا اس نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر لیا تھا اور پھر جلد ہی اسے اپنے مطلب کے آدمی نظر آ گئے جن کی اسے تلاش تھی۔ اس نے سات آٹھ ملازموں کو دولت کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا جس میں یہ طے پایا تھا کہ وہ ایک مضبوط کشتی کا بندوبست کریں گے اور اسے چپکے سے پانی میں اتار کر لوگوں کی نظروں سے بچا کر خزانے والی پیٹیاں جہاز سے دور لے جا کر کسی جزیرے پر چھپا دیں گے۔ اور کچھ ہی دیر میں ان ملازموں نے ربڑ کی ایک کافی بڑے سائز کی مضبوط کشتی رسوں کے ذریعے سمندر کے پانی میں اتار دی اور باری باری چھ پیٹیاں رسوں کی مدد سے کشتی میں اتارنے لگے۔ اس کام میں انہیں بمشکل ایک ڈیڑھ گھنٹہ لگا ہوگا۔ جہاز پر ایک افراتفری کی سی کیفیت طاری تھی ہر کسی کو اپنی جان بچانے کی پڑی ہوئی تھی اس ماحول کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے خاموشی سے اپنا کام مکمل

کر لیا اور کسی کو کانوں کا خبر تک نہ ہو سکی۔ پھر وہ سب بھی باری باری کشتی میں اترتے گئے اور جب تمام افراد کشتی میں پہنچ گئے تو وہ جلدی جلدی چپوؤں کو چلاتے ہوئے کشتی کو جہاز سے دور لیجانے لگے۔ اسی اثناء میں انہوں نے دیکھا کہ جہاز اب سامنے سے سمندر کے پانی کی جانب جھکنے لگا تھا جس سے اس کے عرشے پر بھاگتے ہوئے افراد مکھیوں کی طرح سمندر کے کھارے پانی میں گرنے لگے۔ اور جہاز لمحہ بہ لمحہ سمندر میں ڈوبتا چلا جا رہا تھا اور وہ سب بے بسی کی تصویر بنے اسے دیکھ رہے تھے۔ جہاز کافی بڑا تھا اس لئے اپنے وزن کی مناسبت سے تیزی سے غرق ہو رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سمندر ان کی نظروں کے سامنے اسے یوں نگل گیا جیسے اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ اب وہ تھے اور ان کے سامنے بے کراں پھیلا ہوا سمندر تھا۔ انہوں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا اور کشتی کو باری باری چپوؤں کی مدد سے آگے دھکیلنے لگے۔ ملازموں نے یہ عقلمندی ضرور کی تھی کہ اپنے ساتھ کچھ کھانے پینے کا سامان جو کہ بند ڈبوں میں تھا وہ رکھنا نہ بھولے تھے ایک گتے کے کارٹن میں بہت سے خوراک کے ڈبے اور کافی مقدار میں منرل واٹر کی بوتلیں تھیں۔ وہ چونکہ بحری جہاز کے ملازم تھے اس لئے سمندر میں کس چیز کی کب ضرورت پڑ جائے وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ کشتی پانی کی لہروں سے کھینچی ہوئی ایک جانب محو سفر تھی۔ راشد علی نے اپنی بیوی کو بھی کشتی چلانے کا طریقہ سمجھا دیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اس وقت سمندر میں ہیں اور کسی بھی وقت نامساعد حالات کا سامنا ہو سکتا ہے اس لئے ہر کسی کو ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا ہوگا۔ وہ کشتی چلانے والے ایک ملازم کے پاس آن کر بیٹھ گیا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔ ”کیا خیال ہے ہم اس وقت کہاں ہیں؟“۔ ”میرے خیال میں ہم کوکس آئی لینڈ کی مغربی پٹی کے نزدیک سے گزر رہے ہیں“ اس ملازم نے کمپاس پر نظریں جماتے ہوئے بڑے وثوق سے جواب دیا۔ ”کوکس آئی لینڈ“ یہ کونسی جگہ ہے؟ راشد نے دوبارہ پوچھا۔ ”یہ وہ جگہ ہے جہاں سے بحری جہاز کے کپتان گزرنے سے ڈرتے ہیں کیونکہ اس جزیرے پر جابجا مقناطیس کے پہاڑ ہیں اور اگر بھولے بھٹکے سے کوئی جہاز اس جزیرے کے نزدیک سے گزرے تو وہ مقناطیسی پہاڑ اسے اپنی طرف کھینچتے ہیں کہ وہ اتنی زور سے ان پہاڑوں سے ٹکراتا ہے کہ پاش پاش ہو جاتا ہے اور لمحہ بھر میں بھاری بھر کم جہاز تنکوں میں تبدیل ہو کر سمندر کے پانی پر بکھر جاتا ہے اور اگر ہم بھی اب اس وقت کسی لوہے والی چیز میں سفر کر رہے ہوتے تو اس وقت تک ہماری ٹوٹی پھوٹی لاشیں سمندر کی مچھلیاں کھا رہی ہوتیں۔ فائبر کی کشتی ہونے کی وجہ سے ہم محفوظ ہیں۔“ ملازم نے چپو چلاتے ہوئے اس کی

بات کا جواب دیا۔ اس کی یہ بات سن کر راشد علی حیرت اور دہشت سے اس کی طرف دیکھنے لگا اس نے ملازم کی بات سن کر اس پر فوراً یقین کر لیا کیونکہ وہ ان راستوں پر آتا جاتا تھا اس لئے غالباً جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوگا۔ اب رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تھا اور آسمان پر بادل چھانے لگے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے موسلا دھار بارش ہونے لگے گی وہ اپنے بچاؤ کی ترکیب کرنے لگے۔ کھلی کشتی میں سوار کھلے سمندر میں اور اوپر سے بارش ان کے لئے کافی مشکلات پیدا کر سکتی تھی وہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگ رہے تھے کہ بارش نہ برے۔ اور شاید وہ گھڑی قبولیت کی ہوگی کہ اچانک ہلکی ہلکی ہوا چلنے لگی اور پھر چند ہی منٹوں میں بادل یوں آسمان سے غائب ہو گئے جیسے وہ انہیں خوفزدہ کرنے کے لئے آسمان پر نمودار ہوئے تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا اور اطمینان سے بیٹھ کر صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

رات دھیمے دھیمے اپنا سفر ختم کر رہی تھی اور دورانفتی پر ستارے اپنی چمک کھورہے تھے۔ اور صبح کا سپیدہ آہستہ آہستہ اپنی بوجھل آنکھیں کھول رہا تھا۔ کشتی کو باری باری چلاتے انہیں کوئی تھکن محسوس نہ ہو رہی تھی اور خوراک کا بھی انہیں بہت فائدہ ہوا تھا جس کے کھانے سے انہیں اپنے جسم توانا لگ رہے تھے اور وہ پوری طرح چاق و چوبند تھے۔ انہیں اس بات کی بے انتہاء خوشی تھی کہ ان کے ہاتھ ایک بہت بڑا خزانہ لگ گیا تھا جو ان سب کی قسمت بدل سکتا تھا اگر کسی طرح زندہ سلامت وہ سب اپنے اپنے وطن لوٹ گئے تو ان کی ساری زندگی عیش و آرام سے گزرے گی۔ اس بات کو سوچتے ہوئے وہ اپنے سفر کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ آپس میں طے کر کے انہوں نے خوراک کو احتیاط سے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا کیونکہ انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ اگر ان کے پاس خوراک ختم ہو گئی تو انہیں بے بسی کی موت مرنے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ صبح کا سپیدہ نمودار ہوتے ہی انہیں دور بہت دور ایک سیاہ لکیر نظر آئی اسے دیکھتے ہی ان سب کے منہ سے خوشی سے چیخیں نکل گئیں وہ سمجھ گئے کہ دور نظر آنے والی سیاہ لکیر کسی جزیرے کی موجودگی کو ظاہر کرتی ہے۔ انہوں نے تیزی سے کشتی کو اس جزیرے کی جانب چلانا شروع کر دیا جیسے جیسے وہ اس سیاہ لکیر کے نزدیک ہوتے جا رہے تھے ویسے ویسے وہ سیاہ لکیر چوڑی ہوتی جا رہی تھی اور بہت جلد انہیں اس پر لگے ہوئے درخت نظر آنے لگے۔ جزیرے پر سیاہ چٹانیں سر اٹھائے کھڑی تھیں اور ہزاروں سال کی گردش لیل و نہار کے باعث ان کا رنگ سیاہ پڑ چکا تھا جنہیں دیکھ کر ہیبت طاری ہوتی تھی۔ قریب جانے پر انہیں چٹانوں کے عقب میں عجیب و غریب قسم کے درخت نظر آئے جو

انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی نہ دیکھے تھے۔ وہ جلدی جلدی کشتی کو چلاتے اس جزیرے کے ساحل کی جانب بڑھتے گئے کچھ ہی دیر میں کشتی نے جزیرے کے ساحل کی زمین کو چھوا اور کنارے سے ٹکرا کر رک گئی۔ کشتی کو ایک رسی کی مدد سے ایک بڑے سے پتھر سے مضبوطی سے باندھ کر ملازموں کی مدد سے خزانے کی پیٹیوں کو ساحل پر اتارا گیا۔ خوراک کے بچے ہوئے ڈبوں کو بھی ایک طرف رکھ دیا گیا۔ سب سے پہلے انہوں نے ڈبوں سے خوراک نکالی اور پیٹ بھر کر کھایا اور پانی پی کر کچھ دیر آرام کیا۔ اب سورج نکل آیا تھا اور جزیرے کی ریت پر دھوپ میں لیٹنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ کچھ دیر تک آرام کرنے کے بعد اب وہ آئندہ پیش آنے والے حالات کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ ساتھ ہی وہ اس پہلو پر بھی سوچ رہے تھے کہ اتنے بڑے خزانے کو اپنی دنیا میں کس طرح لے جا سکیں گے۔ یہ سوچ کر سب سے پہلے انہوں نے اس خزانے کو کسی محفوظ جگہ چھپانے کا فیصلہ کیا اور پھر سب پھیل کر چٹانوں میں نظر آنے والے غاروں کی طرف بڑھ گئے۔ غار اندر سے خالی تھے اور ان میں کسی قدر سیلن سی ہو رہی تھی غالباً ایسا سمندری طوفانوں کے آنے سے سمندر کا پانی چٹانوں کو روندنا ہوا ان غاروں تک پہنچتا ہوگا جن کی وجہ سے یہ غاریں سیلن زدہ ہو گئی تھیں اور ان کی دیواروں پر بزرگائی جم گئی تھی لیکن اس کے برعکس غار اندر سے کافی کشادہ اور ہوادار تھے کیونکہ وہاں کسی قسم کی گھٹن کا احساس تک ہوتا تھا انہیں یہاں آ کر کافی سکون محسوس ہوا۔ انہوں نے ایک غار منتخب کیا اور اپنا سامان لا کر اس میں ایک صاف جگہ پر رکھ دیا۔ غار کے باہر چمکیلی دھوپ اپنے پر پھیلائے ہوئے تھی۔ کچھ دیر تک سنانے کے بعد راشد علی غار سے نکلا اور باہر کا جائزہ لے کر دوبارہ اندر داخل ہوا اور اپنے ساتھ تین ملازموں کو لے کر دوبارہ باہر نکل گیا۔ جاتے جاتے وہ انہیں چوکس رہنے کا کہہ گیا تھا۔ بیوی کو اس نے ساتھ نہیں لیا تھا۔ ساتھ ہی وہ اسے کہہ گیا تھا کہ ان کی واپسی تک دوسرے ملازموں کی مدد سے آگ جلا کر ڈبوں کا کھانا گرم کر کے رکھے کیونکہ ٹھنڈا کھانا کھا کر وہ تنگ آ گئے تھے۔ اسی لئے اس نے اسے اپنے ساتھ لیجانے سے گریز کیا تھا۔ جزیرے پر نظر آنے والے درختوں کے نزدیک پہنچ کر انہیں اس پر لگے ہوئے عجیب و غریب پھل نظر آئے جن کی شکل امرود کی طرح اور رنگ سبز تھا جن میں ہلکی سی پیلے رنگ کی آمیزش بھی تھی۔ یہ ”ایلو“ کے درخت تھے جو ایک جنگلی پھل ہے جس کا ذائقہ سیلا لیکن مزیدار تھا۔ انہوں نے ڈرتے ڈرتے ایک پھل توڑ کر منہ میں ڈالا تو اس کا ذائقہ اتنا برا نہ تھا جتنا وہ سوچ رہے تھے یہ دیکھ کر انہوں نے بہت سے پھل توڑ کر اپنی اپنی جیبوں میں بھر لئے اور واپس غار کی طرف لوٹ گئے۔ پہلے تو

انہوں نے سوچا تھا کہ جزیرے پر گھوم پھر کر دیکھنے کے ساتھ ساتھ کوئی جنگلی خرگوش وغیرہ نظر آ گیا تو اسے شکار کر کے تازہ گوشت حاصل کر سکیں گے تاکہ بند ڈبوں کا کھانا کھا کر منہ کا ذائقہ تبدیل ہو گیا تھا لیکن اب ان پھلوں کو چکھنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ اس میں اپنے دیگر ساتھیوں کو شامل کرنا چاہئے یہ سوچ کر انہوں نے جزیرے پر گھومنے کا پروگرام ملتوی کر کے واپس غار میں جانے کی ٹھانی تھی۔

خزانہ انہوں نے غار میں بنے ہوئے ایک کمرہ نما جگہ میں چھپا دیا تھا کہ اگر وہ زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو اس خزانے کو اپنے ساتھ لے جائیں گے ورنہ اگر کبھی کوئی بھولے بسرے اس جزیرے پر آڑکا تو شاید قسمت کی دیوی اس پر مہربان ہو جائے اور وہ یہ خزانہ حاصل کر لے۔ جزیرہ اتنا لمبا چوڑا نظر نہ آ رہا تھا لیکن اس پر درختوں کی بہتات اور ہریالی بہت تھی۔ کسی قسم کا موذی جانور بھی ابھی تک نظر نہ آیا تھا یا شاید وہ پورا جزیرہ نہ دیکھ پائے تھے اور نہ ہی تمام غاروں میں جھانک سکے تھے۔ جزیرے پر رہتے ہوئے انہیں دس بارہ روز ہو گئے تھے اس دوران دوسرے سمندری طوفان بھی آئے تھے لیکن غاروں کی وجہ سے انہیں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ اس دوران وہ پہروں ایک اونچی چٹان پر بیٹھ کر دور سمندر میں دیکھا کرتے تھے کہ شاید بھولے بھٹکے سے کوئی بحری جہاز اس طرف آنکے تو وہ اسے اپنی مدد کے لئے بلا سکیں اور ساتھ ہی خزانہ بھی اپنے ساتھ لے جا سکیں۔ مگر ہر روز گھنٹوں بیٹھے رہنے کے باوجود انہیں اب تک کوئی جہاز نظر نہیں آتا تھا۔

دوسری صبح کا سورج ان کے لئے خوشی کی نوید لے کر آیا کیونکہ جیسے ہی راشد علی غار سے نکلا تو دور سمندر میں اسے ایک جہاز نظر آیا جس کی چمنی سے نکلنے ہوئے دھوئیں کو وہ دور سے ہی دیکھ رہا تھا اس نے جلدی سے ایک بلند چٹان پر چڑھ کر اپنی قمیض اتاری اور زور زور سے اسے فضا میں ہلانے لگا اور شاید جہاز کے عرشہ پر کوئی دور بین سے جزیرے کی طرف ہی دیکھ رہا تھا کہ جہاز نے اپنا رخ جزیرے کی طرف موڑ لیا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ عین وقت پر غار سے نکلا اگر اسے ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو اس جزیرے پر ایڑیاں رگڑتے رگڑتے وہ سب اپنی جان دے دیتے اسے اس غیبی مدد پر حیرت ہو رہی تھی۔ جہاز آہستہ آہستہ جزیرے کے ساحل کی جانب بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اسے عرشے پر ایک دو افراد کھڑے صاف نظر آ رہے تھے جو ان کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلا رہے تھے۔ اس نے زوردار آواز سے اپنے دیگر ساتھیوں کو پکارا اور جزیرے پر سناٹا ہونے کی وجہ سے اس کی آواز اس کے ساتھیوں کے کانوں تک با آسانی پہنچ گئی اور وہ سب لپک کر غار سے باہر نکل آئے اور یہ دیکھ کر ان

کی خوشی سے باچھیں کھل گئیں کہ ایک درمیانے سائز کا بحری جہاز ان کے سامنے تھے۔ راشد علی پہلے ہی ساحل پر کھڑا جہاز کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جہاز کنارے سے ذرا دور ہی رک گیا تھا اور ایک رسی کی سیڑھی اس کے اندر سے باہر لٹکا دی گئی۔ جہاز سے دو افراد اتر کر ان کی جانب بڑھنے لگے اور یہ دیکھ کر ان کی ٹٹی گم ہو گئی کہ وہ شکل سے بحری قزاق دکھائی دے رہے تھے اور ان کے چہروں سے خباثت ٹپک رہی تھی۔ ان میں سے ایک شخص نے اپنی دائیں آنکھ پر کالی پٹی باندھ رکھی تھی۔ نزدیک آ کر وہ کچھ پوچھنے لگے جواب میں انہوں نے انہیں تفصیل سے تمام حالات بتائے اور ان سب باتوں میں جان بوجھ کر خزانے والی بات سرے سے گول کر گئے یہ بات انہیں بتا کر اتنے بڑے خزانے سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر وہ زندہ بچ گئے تو کسی طرح دوبارہ واپس آ کر خزانہ نکال کر اپنی دنیا میں لے جائیں گے۔ لیکن ان بحری قزاقوں کو بتانے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ بحری قزاقوں نے ان کی رام کہانی سننے کے بعد ان سب کی بھرپور تلاشی لی اور ان کے بتائے ہوئے ٹھکانے پر جا کر ان کا سامان بھی قبضے میں کر لیا۔ سارا کچھ جاتا دیکھ کر انہوں نے ان کی منت سماجت کر کے اپنے ساتھ لے جانے کے لئے کہا۔ انہیں بے ضرر سمجھتے ہوئے اور ان کے اس طرح منت سماجت کرنے پر شاید انہیں ترس آ گیا تھا اور وہ انہیں اپنے ساتھ جہاز پر لے جانے پر رضامند ہو گئے۔

جہاز اپنی منزلیں طے کرتا ہوا اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ جہاز سے اترتے وقت قزاقوں نے انہیں کچھ رقم دے دی تھی تاکہ وہ اپنے اپنے گھروں کو واپس جا سکیں۔ انہوں نے ان کی اس مہربانی پر شکریہ ادا کیا اور اپنی اپنی منزل کی طرف بڑھ گئے۔ راشد علی اپنے آبائی ملک مصر پہنچ گیا جہاں کچھ عرصہ زندگی کی بہاریں دیکھ کر وہ دونوں میاں بیوی ایک متعدی بیماری کے شکار ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس دوران راشد علی نے وہ تمام واقعات تفصیل سے ایک ڈائری میں تحریر کر دیئے تھے اور ساتھ ہی جزیرے پر خزانے کی موجودگی کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آڑھی ترچھی لکیروں سے ایک نقشہ بھی بنا دیا تھا۔ قزاقوں سے بات چیت کے دوران اسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اس جزیرے کا نام ”بلیک آئی لینڈ“، یعنی ”کالا جزیرہ“ تھا۔ اس کی لکھی ہوئی ڈائری اس کے ایک دوست کے ہاتھ لگی جو ان دونوں میاں بیوی کی آخری رسومات کے لئے پہنچا تھا۔ اور بعد میں اس نے وہ ڈائری اپنے ایک ناول نگار دوست کو دے دی تھی کیونکہ وہ اس میں لکھے ہوئے تمام واقعات کو جھوٹا ہی سمجھتا تھا۔ اس لئے اس نے اس ڈائری میں بنے ہوئے نقشہ کو بھی غور سے دیکھنا گوارہ نہ کیا۔ اور اس طرح یہ قصہ

ایک داستان کی صورت میں بدل گیا اور خزانہ حاصل کرنے کی کسی نے کوشش تک نہ کی۔ مگر آج اس خزانے کو یہاں دیکھ کر مجھے ناول میں لکھی ہوئی تحریر یاد آگئی۔“ افضل احمد نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ان کے چہروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو منہ پھاڑے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ سب اس کی باتوں میں اس قدر محو تھے کہ یہ تک بھول بیٹھے تھے کہ وہ اس وقت کس قسم کے حالات سے گزر رہے ہیں۔ باتوں کے دوران انہیں وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا اور یہ بھی خیریت رہی کہ ابھی تک شاید وحشیوں کو ان پہاڑیوں تک پہنچنے کا خیال تک نہ آیا تھا ورنہ اب تک وہ ان تک پہنچ کر انہیں پکڑ چکے ہوتے۔

غار میں تاریکی پھیلنے لگی تھی اور انہیں بھوک بھی ستا رہی تھی۔ تیمور اور شان نے باہر جھانکا تو دور دور تک اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر بھی کوئی جانور یا پرند نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے غار سے باہر نکل کر کھانے کے لئے کوئی جھاڑی دار جنگلی پھل وغیرہ یا کوئی جنگلی خرگوش کی تلاش شروع کر دی۔ لیکن انہیں مایوسی ہوئی کیونکہ رات کا اندھیرا پھیلنے سے ایسا ناممکن تھا۔ وہ ابھی واپسی کا سوچ ہی رہے تھے کہ ایک جانب چند قدم دور انہیں تین چار جھاڑیاں نظر آئیں جن پر کچھ لگا ہوا تھا وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ان کے نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ ان پر آلو بخارے کی شکل کے پھل لگے ہوئے تھے جن کا رنگ گہرا زرد تھا اور ان پر سیاہ دھاریاں بنی ہوئی تھیں نجاب نے کس قسم کے پھل تھے۔ ہم سوچ میں پڑ گئے کیونکہ وہ عجیب و غریب پھل کھانے کے لئے ان کا دل نہیں مان رہا تھا۔ اگر وہ زہریلے پھل ہوئے تو؟ یہ سوچ کر وہ لرز کر رہ گئے۔ لیکن بھوک بھی ستا رہی تھی انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک فیصلہ کرتے ہوئے تیمور نے ایک پھل توڑا اور اپنے دانتوں سے اسے تھوڑا سا کاٹا پھل کا چھلکا موٹا اور سیلا تھا اسے اپنے منہ میں کھٹاس کا احساس ہوا تھوڑی دیر تک تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس نے کوئی لیموں کھا لیا ہو لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ چند لمحوں کے بعد اس کے منہ کا ذائقہ یوں بدل گیا جیسے اس نے شہد منہ میں انڈیل لیا ہو۔ یہ بات اس نے شان کو بتائی وہ بھی حیرت اور خوشی سے اس پھل کو دیکھنے لگا۔ میرے تسلی دینے پر اس نے جلدی جلدی بہت سے پھل توڑ کر اپنی جیبوں میں بھر لئے۔ میں نے بھی اس کی تقلید میں اپنی جیبیں پھلوں سے بھر لیں اور واپس غار کی جانب پیش قدمی کی۔ غار میں آ کر ہم نے وہ پھل اپنے دیگر ساتھیوں میں بانٹ دیئے۔ انہوں نے بھی مزے مزے لے لے کر وہ پھل کھائے۔ ہم سب قدرت کے اس عجیب و غریب پھل اور اس کے ذائقے پر

عش کر رہے تھے۔ رات ہم نے اسی غار میں بسر کرنے کا فیصلہ کیا اور حفاظت کے لئے دو افراد کو مقرر کرتے ہوئے لمبی تان کر سو گئے۔

صبح تک ہم گھوڑے بچ کر سوئے رہے اور پھر اچانک غار میں پانی گرنے کے شور سے یکدم ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے دور کہیں آبشار کا پانی غار کے اندر گر رہا ہو۔ ہم حیران تھے کہ اگر یہ آبشار ہی ہے تو اس کی آواز رات کو ہمیں کیوں سنائی نہ دی تھی۔ ہم نے اس طرف اپنی نظریں گھمائیں جہاں سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی تو دور ہمیں ایک سفید نشان جس کا سا نز تقریباً ایک فٹ بال جتنا معلوم ہو رہا تھا دکھائی دیا۔ ہم فوراً سمجھ گئے کہ وہ اس سرنگ کا دہانہ ہوگا جو دوڑی کی وجہ سے ہمیں چھوٹا سا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ہم نے سکون کا سانس لیا اور مطمئن ہو گئے پھر ہم نے رات کے بچے ہوئے پھلوں کو اپنے معدے میں اتارا اور جلدی سے اس دہانے کی جانب پیش قدمی کی۔ دن کی روشنی پھیلنے کے باوجود غار میں ملگجاسا اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور جا بجا پتھر بھی ہمارے پاؤں سے ٹکرا رہے تھے ہم پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہے تھے اور یہ احتیاط ہی ہمارے کام آگئی کہ اچانک ایک موڑ مڑتے ہی ہمیں یکدم رکنا پڑا ہمارے سامنے ایک بہت بڑی کھائی تھی جس کا پاٹ کم و بیش بیس فٹ کے قریب ضرور ہوگا۔ اگر ہم احتیاط سے کام نہ لیتے تو اس وقت ہمارے جسم گوشت کے ٹکڑوں میں تقسیم ہوئے ہزاروں فٹ گہری کھائی میں پڑے ہوتے۔ ہم نے کھائی کے چاروں طرف نظریں دوڑائیں کہ شاید کہیں سے کوئی راستہ دہانے کی جانب جانے کے لئے مل جائے مگر مدھم روشنی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود ہمیں کہیں سے بھی کوئی رخ نہ یا پٹی دکھائی نہ دی جس کے سہارے ہم اس کھائی کو پار کر کے دہانے کی جانب بڑھ سکتے۔ ابھی ہم یہی سوچ رہے تھے کہ اچانک غار کے اس دہانے کی طرف سے بہت سی ملی جلی آوازوں کا شور سنائی دیا جہاں سے ہم اس غار میں داخل ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر خوف و دہشت سے ہماری سانسیں رک گئیں ہم فوراً سمجھ گئے کہ ہونہ ہو یہ اسی قبیلے کے وحشی ہیں جو ہمیں ڈھونڈتے ہوئے اس غار تک آپہنچے ہیں۔ ہم نے اپنے بچاؤ کے لئے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور پھر ہمیں سامنے دائیں رخ ایک تنگ راستہ اندر جاتا دکھائی دیا ہماری سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں صلب ہو چکی تھیں اس لئے کچھ سوچے بناء ہم نے اس تنگ راستے کی جانب دوڑ لگا دی۔

یہ تقریباً بیس بائیس تنگ دھڑنگ وحشی تھے جنہوں نے درختوں کے پتوں سے اپنے جسموں کو ڈھانپ رکھا تھا اور چہروں پر سرخ اور پیلے رنگ سے دھاریاں بنائی ہوئی تھیں ان کے ہاتھوں میں زہر پھینکنے والی نلکیاں

تھیں اور چہروں پر خباثت چھائی ہوئی تھی ان کی حرکات سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انہیں کسی کی تلاش ہے اور اگر وہ اسے مل گیا تو وہ اسے کچا چبا جائیں گے۔ ان میں شامل ایک بوڑھا جس کے ہاتھ میں پرندوں کی کھوپڑیوں کی بنا ہوئی ایک مالا لٹک رہی تھی تیزی سے کچھ سونگھتا ان سے آگے آگے چل رہا تھا اور اس کا رخ سیدھا غار کی طرف ہی تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے غار میں سے ان کی خوشبو آ رہی ہو اور پھر وہ دوسرے وحشیوں کو لئے غار کے اندر داخل ہو گیا۔ غار میں موجود ہوئے پھلوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ جیسے کوئی یہاں ٹھہرا ہو یہ دیکھ کر اس بوڑھے نے وحشیوں کو اپنی زبان میں کچھ کہا جسے سن کر ان میں سے تین وحشی غار کے اندر چلے گئے بقایا وحشی وہیں زمین پر بیٹھ گئے۔ کچھ ہی دیر میں وہ وحشی بھاگتے ہوئے ان کے پاس آئے اور انہیں کچھ کہا جسے سن کر وہ بھی تیزی سے دوڑتے ہوئے غار سے باہر نکل گئے۔

تنگ راستہ مزید تنگ ہوتا جا رہا تھا لیکن ہم بناء کے سیدھے بھاگتے چلے جا رہے تھے تقریباً ایک میل تک دوڑتے رہنے کی وجہ سے ہمارے سانس دھونکی کی مانند چل رہے تھے لیکن ہمیں جانوں کی فکر تھی اس لئے اپنے بچاؤ کے لئے بھاگتے رہنے میں ہی عافیت تھی اور ہم جلد از جلد اس علاقے سے دور نکل جانا چاہتے تھے۔ وحشی چونکہ اس علاقے کے باشندے تھے اس لئے ہمیں فکر تھی کہ کہیں وہ ہماری بوسو گھتے ہوئے ہمارے پیچھے نہ آ رہے ہوں۔ لیکن اتنی دیر بھاگتے رہنے کے باوجود ابھی تک ہمیں سرنگ میں بھاگتے ہوئے صرف اپنے قدموں کی آوازیں ہی سنائی دے رہی تھیں۔ وحشیوں کی طرف سے تسلی ہوتے ہی ہم نے کچھ دیر آرام کرنے کا سوچا تا کہ دوبارہ تازہ دم ہو کر اپنا سفر شروع کر سکیں۔ سرنگ میں اب سامنے سے تازہ ہوا کے جھونکے آنے لگے تھے یہ دیکھ کر ہم خوشی سے ناچنے لگے کہ شاید اب ہم باہر نکلنے کے قریب تھے اور اس سرنگ کا دہانہ کہیں آس پاس ہی ہوگا۔ یہ دیکھ کر ہم نے آرام کرنے کا ارادہ ملتوی کیا اور دوبارہ بھاگنے لگے۔ جلد ہی ہمیں اپنے اندازے کی داد دینا پڑی ہمارے ایک موڑ مڑتے ہی بائیں جانے ایک دو فٹ چوڑا اور تین فٹ اونچا سوراخ تھا جس کے باہر سے تازہ ہوا کے جھونکے آ رہے تھے۔ ہم تیزی سے بھاگتے ہوئے اس سوراخ کے نزدیک پہنچے اور ایک ایک کر کے اس سے باہر آ گئے۔

سرنگ سے باہر آتے ہیں ہمارے سامنے سرسبز میدانوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا جس میں جا بجا جنگلی پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ایک ہی درخت پر کئی قسم کے پھل لگے ہوئے

تھے جن میں سے کچھ کی شکل لمبوتری، کچھ چوکور اور کچھ گول تھے اور ان کا سائز بھی ایک دوسرے سے مختلف تھا اور رنگ میں بھی مشابہت نہ تھی ہماری معلومات کے مطابق پیوند کاری تو ہم نے سنی تھی جس سے ایک درخت پر دو قسم کے پھل لے سکتے ہیں لیکن اس دور دراز علاقے میں اس طرح کے درختوں پر کس نے پیوند کاری کی ہوگی یہ بات سمجھ سے بالاتر تھی۔ ہم نے ڈرتے ڈرتے ایک نزدیک کے درخت سے کچھ پھل توڑے اور انہیں چکھا اور یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ ان کا ذائقہ یوں لگا جیسے ہم نے تازہ روٹی کا نوالہ منہ میں ڈال لیا ہو۔ ہم قدرت کے اس کرشمہ پر حیرت زدہ رہ گئے۔ ہم سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ دنیا میں کہیں ایسے درخت بھی پائے جاتے ہیں جن کے پھلوں کا ذائقہ روٹی کی طرح کا ہو بحر حال حقیقت ہمارے سامنے تھی اور ہم اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے تھے۔ ہم نے جلدی جلدی بہت سے پھل توڑے اور انہیں اپنی جھولیوں اور جیبوں میں بھر لیا۔ ان پھلوں کی وجہ سے کم از کم ہماری بھوک کا مسئلہ حل ہو گیا تھا ورنہ اس ویرانے میں ہمیں خوراک کہاں سے دستیاب ہوتی۔ خزانہ ہم نے وہیں غار میں ہی محفوظ کر دیا تھا کہ اگر قسمت نے ساتھ دیا تو دوبارہ واپس آ کر اسے لے جائیں گے مگر اس وقت تو اپنی جان بچانے کے لالے پڑے ہوئے تھے اس خزانے کو کہاں گھنٹے پھرتے اس لئے ہماری جانیں اس خزانے سے کہیں زیادہ قیمتی تھیں۔ میدانوں میں لگی ہری بھری گھاس بہت بھلی لگ رہی تھی اور دور تک ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے سبز رنگ کا قالین زمین پر بچھا دیا ہو۔ ہم جلد از جلد یہاں سے کسی محفوظ جگہ پہنچ جانا چاہتے تھے کیونکہ جس طرح ہم اس سرنگ کے راستے یہاں نکل آئے تھے اسی طرح وہ وحشی بھی کس وقت ہمارے سروں پر پہنچ سکتے تھے۔ ہم کچھ دیر تک کھڑے چاروں طرف اپنی نظریں دوڑاتے رہے لیکن دور دور تک دیکھنے کے باوجود ہمیں کہیں کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آرہی تھی جہاں ہم خود کو چھپا سکیں۔ اس عرصہ میں سورج ہمارے سروں پر آ پہنچا تھا اور ہم ابھی تک اسی شش و پنج میں تھے کہ کہاں جائیں۔ مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے دیگر ساتھیوں کی تھی جو اپنے بیوی بچوں کو پیچھے چھوڑ کر ہمارے ساتھ آئے تھے اور تمام مشکلات کو جھیلنے میں ہمارا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ پھر ایک فیصلہ کرتے ہوئے ہم ناک کی سیدھ میں ایک جانب بڑھ گئے ہم نے سوچا کہ دیکھتے ہیں یہ میدانوں کا سلسلہ کہاں تک چلتا ہے اگر نصیب میں زندگی لکھی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں موت کے منہ میں نہ جانے دے گی۔ تین گھنٹوں تک پیدل چلتے رہنے سے ہماری حالت پتلی ہو رہی تھی پاؤں من من بھر کے ہو گئے تھے دل چاہتا تھا کہیں گر کر لمبی تان کر سو جائیں لیکن یہ سب کچھ صرف سوچنے کی حد تک ہی ٹھیک تھا

کیونکہ اس وقت ہم بارود کے ڈھیر پر بیٹھے تھے وہ وحشی کسی بھی وقت ہمارے سروں پر پہنچ کر ہمارا ٹیٹو ادا با سکتے تھے اس لئے مسلسل چلنا ہماری مجبوری تھا آپس میں باہم صلاح و مشورہ سے ہم وقفے وقفے سے آرام بھی کر لیتے تھے تاکہ ہمارے جسم چست و توانا رہیں۔

مسلسل دو دن اور دو راتوں تک سفر کرنے سے ہمارے پاؤں میں چھالے بن گئے تھے جو چلنے میں ہمیں تکلیف دے رہے تھے۔ ایک جگہ سے گزرتے ہوئے ہمیں عجیب شکل کے پودے دکھائی دیئے جن کے زرد رنگ کے پتے تھے ہم نے کچھ سوچتے ہوئے وہ پتے توڑ کر اپنے زخموں پر باندھ لئے ظاہر ہے ان ویرانوں میں ہمیں مرہم کہاں سے ملتی اور یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ جہاں جہاں زخموں پر پتے باندھے تھے وہ زخم اس طرح بھرنے لگے جیسے کبھی ہوئے ہی نہ ہوں۔ ہم نے بہت سے پتے توڑ کر اپنے ساتھ لے لئے کہ شاید ان کی پھر کبھی ضرورت پڑ جائے ان عجیب پتوں نے ہمارے زخموں کو پل بھر میں ٹھیک کر دیا تھا اور ہمیں اپنے زخموں میں ایک ٹخنڈک کا احساس ہو رہا تھا ہم خدا کی طرف سے اس بروقت مدد کا شکر ادا کر رہے تھے۔ چلتے چلتے ہم ایک ایسے علاقے سے گزرے جہاں ہمیں ایک اور عجوبہ نظر آیا ہم حیرانی سے ان بلی نما جانوروں کو دیکھ رہے تھے جو اپنے سروں پر ایک نوکدار سینک لئے اچانک نمودار ہوئے تھے ان کی تعداد کم از چالیس پچاس کے قریب تھی ان کا رنگ خاکستری اور نیلا تھا اور ان کی آنکھیں گول کی بجائے بیضوی تھیں اور ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے انہیں سرمہ ڈال دیا ہو۔ بڑی عجیب نسل کے جانور تھے جو آس پاس موجود چھوٹے چھوٹے پودوں پر لگے امرود کی شکل کے پھل یوں رغبت سے کھا رہے تھے جیسے وہ ان کا من پسند کھا جا ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے منٹوں میں بہت سے پودے اجاڑ دیئے اور پھر جس تیزی کے ساتھ ان کے سامنے آئے اسی تیزی کے ساتھ واپس دوڑ گئے یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ کر نیند سے جاگے ہوں۔ ”خدا کی پناہ! یہ کیا چیز تھے کم از کم میں نے تو اس قسم کے جانوروں کے متعلق کہیں نہیں پڑھا شاید یہ نسل اس علاقے میں ہی پائی جاتی ہو چونکہ یہ علاقے دنیا کی نظروں سے اوجھل ہیں اس لئے کوئی ان کے بارے میں نہیں جانتا۔“ شان نے جبر جھری لیتے ہوئے کہا۔ ”ہاں! میں بھی یہی کہنے والا تھا میں خود اس قسم کے جانور پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔“

تھوڑی دیر تک سستانے کے بعد ہم دوبارہ چلنے لگے اس دوران ہم وقفے وقفے سے اپنے پیٹ کی آگ بھی بجھاتے رہے تھے اس لئے زخموں کے بھر جانے اور پیٹ بھر جانے کی وجہ سے ہماری رفتار تیز

تھی۔ ریت کے چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کی بجائے وہ چھوٹی چھوٹی میا لے رنگ کی ٹیلیاں تھیں جن میں جا بجا سانپوں یا نیولوں کے بل بنے ہوئے تھے ہم ان سے دور دور رہی رہے اس سر زمین پر کب اور کیا واقعہ ہو جائے ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہو چلے تھے دور دور تک کوئی زی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا سورج مغرب میں غروب ہوتے ہوئے یوں لگ رہا تھا جیسے تانبے کی کوئی چمک دار پلیٹ کسی نے آسمان پر جڑ دی ہو۔ چل چل کر تھکن سے ہمارا برا حال ہو گیا تھا ابھی تک ہم ایک دوسرے کی ہمت بندھاتے چلتے رہے تھے لیکن اب ہمیں محسوس ہو رہا تھا کہ رات کے آنے سے پہلے پہلے ہمیں کوئی مناسب ٹھکانہ ڈھونڈنا ہوگا ورنہ ہم ان ویرانوں میں ہی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر موت کو گلے لگا لیں گے۔ ابھی ہم اسی نہج پر ہی سوچ رہے تھے کہ تیمور علی کی نظر نیچے زمین پر پڑی تو اس کے ہوش اڑ گئے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ جی ہاں! زمین کا رنگ شام کے سائے پھیلنے ہی سیاہ ہونا شروع ہو گیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام زمین سیاہ رنگ میں بدل گئی اس پر اُگے ہوئے جھاڑ جھک رہی تھیں اپنی رنگت سبز سے سیاہ میں بدل چکے تھے۔ زمین کا رنگ سیاہ ہونے کی وجہ سے اندھیرا مزید بڑھ گیا تھا اور ہمیں چلنے میں مشکل پیش آرہی تھی۔ ابھی ہم آگے بڑھنے کا سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک ہماری نظروں نے ایک اور عجیب منظر دیکھا ہمیں یوں لگا جیسے زمین پر اُگے ہوئے پودے چلنے لگے ہوں اور زمین پر پڑے پتھر ادھر ادھر لڑھکنے لگے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی زلزلہ آنے والا ہو لیکن ایسا صرف چند لمحوں تک ہی ہوا اور پھر یکدم خاموشی چھا گئی موت کی سی خاموشی ہمیں اپنے دلوں کی دھڑکن صاف سنائی دے رہی تھی اور پھر ہمیں اس پر اسرار خاموشی سے وحشت ہونے لگی ہمارا دل چاہ رہا تھا کہ ہم دھاڑیں مار مار کر روکیں اور کوئی ہمیں چپ کروانے والا بھی نہ ہو۔ مگر ایسا ہم صرف سوچ سکتے تھے کیونکہ عملی طور پر ہم ایسا کرنے سے معذور تھے کیونکہ باوجود ہزار کوشش کے ہم منہ تک نہ کھول پائے ہمیں ایسا لگا جیسے کسی پر اسرار طاقت نے ہم سب کے منہ پر کوئی ٹیپ لگا دی ہو۔ ہم اسی شش و پنج میں تھے کہ انہوں نے دور سے بھیڑیوں کے چیخنے کی آوازیں سنیں بہت سے بھیڑیے مل کر چیخ رہے تھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہوانے انہیں ان کی موجودگی کا پتہ دے دیا ہو۔ ہم خوف سے تھوک نٹکتے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ اب کچھ ہی لمحوں میں ہم موت کے نزدیک پہنچ جائیں گے۔ خوفناک ویرانہ اور خونخوار بھیڑیے اور وہ سب خالی ہاتھ۔ ہمارے انجام کا اندازہ لگانا مشکل نظر نہیں آ رہا تھا۔ اور کچھ ہی دیر میں خونخوار بھیڑیوں کا ایک غول دوڑتا ہوا ہمارے سامنے نمودار ہوا اور جیسے ہی انہوں

نے ان پر حملہ کرنا چاہا یکدم نیلے رنگ کا دھواں لہراتا ہوا ہمارے سامنے آگیا دھویں میں ایک عورت کی شبیہ واضح نظر آرہی تھی جسے دیکھتے ہی بھیڑیے دم دبا کر بھاگ گئے۔

ہم سب حیرت سے اس دھویں کو اور اس میں نظر آنی والی مخلوق کو دیکھ رہے تھے جس نے بروقت پہنچ کر ہمیں بھیڑیوں کی خوراک بننے سے بچالیا تھا۔ ”چنگل کھوری“ اس سرزمین پر خوش آمدید کہتی ہے یہ حیرتوں کی سرزمین ہے یہاں پر حیران ہونے والا ایک دردناک عذاب کا شکار ہوتا ہے یہ ”شکور بن“ کا علاقہ ہے۔ میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستہ دکھاتی ہوں تمہیں مصیبت میں دیکھا تو مدد کے لئے آگئی۔“ اس نے ان کی حیرت دور کرتے ہوئے کہا۔ لیکن افضال کی نظریں اس کے پیروں پر ٹکی ہوئی تھیں جس نے زندہ کچھوؤں کو جوتوں کی طرح اپنے پیروں میں پھنسا رکھا تھا اور جب وہ وقفے وقفے سے پاؤں پر زور دیتی تو پل بھر کے لئے کچھوے اپنی گردن میں باہر نکالتے اور دوبارہ اندر کر لیتے۔ یہ سب دیکھ کر افضال احمد نے شان کو اور تیمور کو اس طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ منظر دکھایا۔ یہ دیکھ کر ہم سمجھ گئے کہ ہمیں دھوکا دیا جا رہا ہے اور قصہ کچھ اور ہے ہم نے جلدی سے اپنے اپنے گلے میں پہنے ہوئے تعویذ کا رخ اس مخلوق کی جانب کیا تو وہ چیخنی چلائی یکدم غائب ہو گئی اور ہم نے سکون کا سانس لیا۔ رات کافی گہری ہو چلی تھی ہم نے گھوم پھر کر کوئی جائے پناہ تلاش کرنا چاہی تو دور ہمیں ایک عجیب شکل کا مکان بنا ہوا دکھائی دیا ایک نظر میں یوں لگتا تھا جیسے کوئی اونٹ بیٹھا ہوا ہو مکان کا رنگ گہرا سیاہ تھا اس لئے شاید ہمیں پہلی نظر میں دکھائی نہیں دیا تھا۔ قریب جانے پر معلوم ہوا کہ اس عجیب و غریب مکان کا کوئی دروازہ ہی نہ تھا سامنے کے رخ داخلی دروازے پر دونوں طرف دو چھوٹے چھوٹے ستون بنے ہوئے تھے جن پر سفید رنگ سے دھاریاں بنائی گئی تھیں غور سے دیکھنے پر پتہ چلا کہ وہ دھاریاں نہیں بلکہ سفید رنگ کے سانپ تھے جو ستونوں پر لیٹے ہوئے تھے ایسا اس وقت محسوس ہوا جب انہیں وہ دھاریاں ہلتی ہوئی محسوس ہوئیں تھیں۔ ہم یہ سوچ رہے تھے کہ آیا مکان میں جانے کا رسک لیا جائے یا یہیں سے لوٹ جایا جائے اور کوئی اور ٹھکانہ تلاش کیا جائے۔ ابھی ہم اسی شش و پنج میں تھے کہ وہ سیاہ مکان دو حصوں میں تقسیم ہوا اور اس کے اندر سے وہی عفریت ”چنگل کھوری“ برآمد ہوئی اس کے چہرے پر خباثت چھائی ہوئی تھی اور اس کے ہونٹوں کا رنگ گہرا سرخ تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ خونخوار بلا ابھی ابھی تازہ خون پی کر آئی ہو اس کی باجھوں سے خون کے قطرے ابھی تک ٹپک رہے تھے۔ اس کے ارادے خطرناک لگ رہے تھے ایسا لگتا تھا جیسے وہ انہیں دیکھ کر غصے سے تملتا رہی ہو۔

وحشی غار سے نکلے ہی سیدھے جنگل میں جانے والے راستے پر بھاگتے چلے گئے وہ جلد از انہیں تلاش کرنا چاہتے تھے۔ وہ انہیں بہت پہلے ہی تلاش کر لیتے لیکن انہیں ان کے فرار ہونے کا پتہ بہت دیر بعد چلا جب پہرے دار وحشی انہیں دیکھنے کے لئے جھونپڑی میں داخل ہوا۔ جھونپڑی میں انہیں نہ پا کر اس نے شور مچا دیا اور پھر سارے قبیلے میں ان کے فرار کی خبر پھیل گئی اور بیس بائیس خونخوار وحشی ان کی تلاش میں نکل پڑے وہ انہیں تلاش کرتے کرتے کالی پہاڑیوں تک جا پہنچے تھے لیکن انہیں وہاں نہ پا کر وہ واپس جنگل کی طرف بھاگ گئے اور انہیں غار کے اندر بنی ہوئی سرنگ کا خیال نہ آیا اور نہ اگر وہ اس کے ذریعے با آسانی ان تک پہنچ سکتے تھے۔ جنگل طویل ہونے کی وجہ سے انہیں بہت تیزی سے سفر کرنا پڑا تھا اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ اگر انہیں جنگل میں تلاش نہ کر سکے تو سیدھے ساحل پر جا کر چھپ کر بیٹھ جائیں گے اور وہیں سے انہیں شکار کر کے اپنے قبیلے کے لئے خوراک کا بندوبست کریں گے۔

”جنگل کھوری“ کو دیکھتے ہی ہمارے اوسان خطا ہو گئے ہم اس کو اس طرح اپنے سامنے یوں اچانک دیکھ کر ٹھک کر رک گئے۔ پھر اچانک ایک خیال کے آتے ہی تیمور نے دوبارہ تعویذ کی جانب ہاتھ بڑھایا یہ دیکھتے ہی ایک ایک پتھر زوردار آواز سے اس کے دائیں ہاتھ پر پڑا وہ لڑکھڑا کر پیچھے کی جانب جھکا اور یہ جھکنا ہی اس کے لئے فائدہ مند ثابت ہوا اور ایک گول کرڑا جس کے چاروں طرف تیز دھار دندانے بنے ہوئے تھے اس کی کمر پر سے شائیں شائیں کی آواز نکالتا ہوا اس کے پیچھے نظر آنے والے درخت کے تنے میں پیوست ہو گیا۔ اس عفریت نے اپنا بچاؤ کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر وار کر دیا تھا شان نے قریب پڑا پتھر اٹھایا اور تاک کر اس عفریت پر دے مارا پتھر اڑتا ہوا سیدھا اس کی پیشانی پر لگا اس نے ایک جھٹکا کھاتے ہوئے خود کو سنبھالا اور اپنا دایاں ہاتھ ان کی جانب کر کے ایک جھٹکا دیا اس کے ہاتھ سے جن کی انگلیاں سانپوں کی مانند لہر رہی تھیں شعلے اگلتی ہوئی ان کی طرف بڑھیں یہ دیکھ کر ہم سب نے خود کو ان سے بچایا اور بھاگتے ہوئے سامنے نظر آنے والے مکان کے کھلے حصے سے اندر داخل ہو گئے۔

جنگل میں پوری طرح تلاش کر لینے کے بعد تمام وحشی ساحل پر موجود درختوں کے ایک جھنڈ میں چھپ کر بیٹھ گئے وہ سمجھ گئے تھے کہ ان کا شکار آخر کار یہیں سے ہی واپس جائے گا۔ ان میں موجود ایک بوڑھے وحشی نے فضا میں کچھ سوگھتے ہوئے انہیں ہاتھ کے اشارے سے کچھ سمجھانا چاہا جسے وہ تمام سن کر پریشان

ہو گئے۔ بوڑھا جیسے جیسے تفصیل بتا رہا تھا ویسے ویسے وہاں موجود وحشی خوف و دہشت سے آنکھیں پھاڑے اس کی گفتگو سن رہے تھے۔ بوڑھے نے انہیں بتایا کہ ”فرار ہونے والوں کی تلاش میں جانے والے افراد کے متعلق وہاں کے قبیلے کے سردار نے اسے خبردار کیا تھا کہ اگر وہ سب ناکام لوٹتے ہیں تو ان کے ساتھ ساتھ ان کے بیوی بچوں کو بھی زندہ آگ میں جھونک دیا جائے گا تاکہ سورج دیوتا ان کی بھینٹ لے کر ان کے قبیلے پر آئندہ والی مصیبت نال سکے۔ اس لئے ان کی اور ان کے گھر کے دیگر افراد کی خیریت اسی میں ہے کہ وہ جیسے تیسے کر کے فرار ہونے والے افراد کو تلاش کر کے واپس قبیلے میں لے جائیں۔“..... بوڑھے نے لمبا سانس لیتے ہوئے بات ختم کی۔ بوڑھے کی اسی بات نے ہی ان سب وحشیوں کا خون خشک کر دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے ان سب کی واپسی تک یہیں انتظار کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا جس میں داخل ہوتے ہی ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے ہم کسی تیز رفتار گھومتی ہوئی چکی پر بیٹھ گئے ہوں ہم سب نے سنبھلنے کے لئے ابھی قدم جمائے ہی تھے کہ ہمارے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور ہم سب سروں کے بل اُلٹے پاتال میں گرتے چلے گئے ہمارے منہ سے چیخیں نکل رہی تھیں لیکن جیسے جیسے ہم نیچے گرتے جا رہے تھے کمرے میں بے پناہ شور مچنے لگا جس میں ہم سب کی چیخیں دب کر رہ گئیں۔ کافی دیر تک نیچے گرنے کے بعد چھپاک کی آواز کے ساتھ ہی ہم پانی میں جا گرے۔ پانی اس قدر ٹھنڈا تھا کہ ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے ہم کسی برف کے کارخانے میں داخل ہو گئے ہوں اور سردی سے ہمارے دانت بجنے لگے۔ اور اسی کیفیت میں ہماری آنکھیں بوجھل ہونے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ہم پر نیند کا غلبہ طاری ہوا اور ہم سب کسی مردہ سانپ کی طرح پانی کی سطح پر تیرنے لگے شاید ہماری زندگی کا چراغ بجھ گیا تھا۔ دن کا اجالا پھیلتے ہی ہمیں ہوش آ گیا لیکن اب ہم پانی کی بجائے ایک سرسبز علاقے میں تھے ہمارے کپڑے بھیکے ہوئے تھے لیکن اب ہمیں سردی محسوس نہ ہو رہی تھی ہم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور کچھ دیر تک نیند کی سی کیفیت میں ادھر ادھر دیکھتے رہے لیکن اپنے سامنے کے منظر پر نظر پڑتے ہی ہمارے ہوش ٹھکانے آ گئے ہم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر وہاں دیکھ رہے تھے۔ ہمارے سامنے برگد کا ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے موٹے تنے کے ساتھ ایک دودھیارنگ کا اور نیلا دھاری دار اثر دھا پلٹا ہوا تھا وہ جس درخت کے ساتھ پلٹا ہوا تھا اس کے نیچے ایک پتھر کی سل رکھی ہوئی تھی جس کی شکل گول تھا لہذا نماتھی اس کے درمیان ایک زرد رنگ کا پتھر کا پیالہ رکھا تھا جس

کے کناروں میں دودھ کنڈے لگے ہوئے تھے ان کنڈوں کے ساتھ ایک سفید رنگ کی زنجیر بندھی ہوئی تھی جس کا ایک سر درخت کے پیچھے کی جانب جاتا دکھائی دے رہا تھا۔ اڑدھا گردن جھکائے پیالے میں دیکھ رہا تھا جس میں نجانے کہاں سے دودھ بھر بھر کر آ رہا تھا جسے وہ پینے میں مگن تھا۔ ابھی وہ اسی شش و پنج میں تھے کہ ایک چھپا کا ہوا اور ”چنگل کھوری“ پھر آن ٹپکی۔ ”اس سے پہلے کہ تم اس اڑدھے کو ختم کرو جس میں میری جان ہے میں تم سب کو جلا کر بھسم کر دوں گی۔“ یہ کہتے ہوئے اس نے ان کی طرف اپنی انگلیاں جھٹکیں۔ سبز رنگ کی لہریں تیزی سے ان کی جانب بڑھیں اور سیدھی تیمور علی کے سینے پر پڑیں اسے یوں لگا جیسے کسی نے لوہے کی گرم سلاخیں اس کے سینے میں دھنسا دی ہوں وہ چیخا ہوا زمین پر گر گیا یہ دیکھ کر شان اور افضال نے بھاگ کر اسے تھامنا چاہا لیکن وہ کسی ریت کی خالی ہوتی ہوئی بوری کی مانند ان کے ہاتھوں سے نکل کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے چہرے پر کرب کے آثار پھیل گئے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے اسے انتہائی تکلیف ہو رہی ہو۔ شان نے جلدی سے اس کے سینے کو مسلنا شروع کر دیا اور میں نے اس کے پاؤں کی تلیاں مسلنا شروع کر دیں وہ عفریت دور کھڑی قہقہہ لگا رہی تھی اور ان کی بے بسی کا مذاق اڑا رہی تھی یہ دیکھ کر شان نے جلدی سے تیمور علی کے گلے سے تعویذ اتار کر ہاتھ میں پکڑا اور اللہ کا نام لے کر اس کا رخ اس بلا کی جانب کر دیا۔ شاید قدرت کو ہماری بے بسی پر رحم آ گیا تھا اس لئے جیسے ہی اس نے تعویذ کا رخ اس کی طرف کیا ایک سفید بالاسا چکراتا ہوا اس عفریت کی جانب بڑھا اور سیدھا اس عفریت کے گلے میں جا کر فٹ ہو گیا مگر یہ دیکھ کر ہم حیرت زدہ رہ گئے کہ وہ اسی طرح ایک طرف کھڑی قہقہہ لگا رہی تھی اور پھر ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح شان کے دماغ میں آیا کہ اس کی جان تو سامنے موجود اڑدھے میں پوشیدہ ہے یہ خیال فوراً آتے ہی اس نے تعویذ کا رخ دوبارہ اس اڑدھے کی جانب کر دیا اور اسی طرح ایک گول چکر تیزی سے گھومتا ہوا گیا اور اس بار اڑدھے کے منہ پر جا کر فٹ ہو گیا اڑدھا جو دودھ پینے میں مصروف تھا اچانک افتاد سے گھبرا گیا اور اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا اور گول کڑے نے اس کی گردن میں فٹ ہوتے ہی تنگ ہونا شروع کر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کا سائز ایک انچ تک ہو گیا اور اڑدھے کی گردن پچک کر رہ گئی اور دوسری طرف ”چنگل کھوری“ یہ دیکھ کر چیختی چلاتی اس کی طرف بھاگی مگر چند قدم دور آ کر لہرا کر گری اور اس نے اپنی گردن کو یوں پکڑا ہوا تھا جیسے کسی نے اس کی گردن کو کسی مضبوط شکنجے میں جکڑ رکھا ہو۔ اس عرصے میں افضال کی کوشش رنگ لائی اور تیمور علی نے ایک سانس لیا اور اپنی آنکھیں کھول دیں اور جیسے

ہی اسے سامنے کا منظر نظر آیا اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی مگر افضال نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اور پھر اسے وہاں پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کیا۔ اس عفریت کی موت کا سن کر تیمور علی نے اطمینان کی سانس لی اور شان کی بہادری پر اسے مبارکباد دی جس نے بروقت سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی اور ان کی جانوں کو اس عفریت کی وحشت کا شکار ہونے سے بچایا۔ اب وہ جلد از جلد یہاں سے ساحل کی جانب جانے والے راستے کی تلاش میں تھے تاکہ وہاں سے کسی جہاز کی مدد سے اپنے ملک روانہ ہو سکیں مگر ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم یہاں سے کیسے نکلیں کیونکہ چاروں طرف سرسبز زمین پھیلی ہوئی تھی اور دور دور تک کوئی ایسا راستہ نظر نہیں آ رہا تھا جس پر چل کر ہم ساحل کی طرف جا سکیں۔ پھر یہ فیصلہ کر کے کہ وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ کسی جانب پیش قدمی کی جائے اللہ تعالیٰ کوئی سبب ضرور پیدا کرے گا یہ سوچ کر سب نے مشرق کی سمت سفر شروع کر دیا چلتے چلتے شام ہو گئی اور ایک جگہ سستانے کے بعد ہم دوبارہ چل پڑے اسی طرح مزید دو تین گھنٹے چلنے کے بعد سامنے یوں لگا جیسے کوئی درختوں کے جھنڈ ہیں ان پر نظر پڑتے ہی ہم تیزی سے دوڑتے ہوئے اس کی جانب بڑھے جیسے جیسے ہم نزدیک ہوتے جا رہے تھے ویسے ویسے درختوں کے آثار واضح ہوتے جا رہے تھے۔ قریب جا کر ہم نے دیکھا کہ ان درختوں کے درمیان میں ایک تالاب بنا ہوا تھا ہم خوشی خوشی اس کی طرف دوڑے کہ شاید اس میں پانی موجود ہو لیکن یہ دیکھ کر ہماری خوشی مایوسی میں بدل گئی کہ وہ ایک سوکھا تالاب تھا جس میں جا بجا جنگلی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں اور ان میں جنگلی چوہے دوڑتے پھر رہے تھے۔ سب اپنی قسمت کو کوستے ہوئے پلٹ کر درختوں کے نیچے آن کر بیٹھ گئے اور کچھ دیر سستانے کا سوچ کر وہیں ڈھیر ہو گئے۔

رات کا پچھلا پہر ہو گا جب شان کے پیٹ میں اچانک درواٹھا اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اس کے منہ سے ہلکی ہلکی سسکاریاں نکل رہی تھیں اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اس کے پیٹ میں فٹ بال پھینک دی ہو جو ادھر ادھر لڑھکتی پھر رہی ہو اس کی سسکاریاں اچانک چیخوں میں بدل گئیں اور اس کے اس طرح چیخنے سے آس پاس لیٹے دوسرے افراد بھی اٹھ گئے وہ اچانک اس ناگہانی افتاد پر بوکھلا کر شان کی طرف دیکھنے لگے جو بری طرح چیخ رہا تھا۔ شان بار بار اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ انتہائی کرب کی حالت میں ہو۔ یہ دیکھ کر تیمور بھاگ کر اس کی جانب بڑھا اور اس کے پیٹ کو پکڑ کر ٹٹولنے لگا اسے یوں محسوس ہوا جیسے ایک گول مٹول شے اس کے پیٹ میں کودتی پھر رہی ہو اسی دوران شان پر بے ہوشی کی کیفیت طاری

ہونے لگی ہم نے جلدی سے اسے ایک درخت کے نیچے لے جا کر لٹا دیا۔ اس کا پیٹ اسی طرح پھول اور پچک رہا تھا تیمور نے کچھ سوچ کر جیسے ہی دونوں ہاتھوں سے اسے دبوچ کر دبایا شان کا منہ ایک لمحے کے لئے کھلا اور ایک دھواں سا اس کے منہ سے نکل کر فضا میں ایک شبیہ کی صورت میں ڈھلنے لگا جلد ہی اس نے ایک وجود کی شکل اختیار کر لی۔ وہ ایک چھوٹا سا سفید رنگ کا پتلا تھا جس کا رنگ رات کے اندھیرے میں بھی چمک رہا تھا اور اس کی گول گول آنکھیں بنا پتلیوں کے ہماری طرف ہی دیکھ رہی تھیں جنہیں دیکھ کر وحشت طاری ہوتی تھی۔ ”مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ تم نے شگور بن کے علاقے میں گھسنے کی جرأت کیسے کی؟“ اس پتلے کے منہ سے ایک پتلی سی آواز نکلی۔ ہم سب سکتے کی حالت میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے یہ سنتے ہی جیسے ہوش میں آ گئے ہم نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے درختوں کے باہر کی طرف جانے کے لئے دوڑ لگا دی۔ لیکن وہ پتلا ہماری سوچ سے بھی زیادہ ہوشیار نکلا اور ہمارا ارادہ بھانپتے ہی اس نے وہیں سے ایک زوردار پھونک ماری جس سے شعلے نکلے اور سیدھے ہماری طرف بڑھے۔ افضال اور شان بھاگتے ہوئے پیچھے دیکھ رہے تھے اور دونوں نلکا کر زمین پر گر گئے اور وہ شعلے سیدھے ان کے سروں پر سے گزرتے ہوئے آگے چلے گئے۔ تیمور اور دیگر ملازم بھی اپنی اپنی جان بچانے کے لئے اندھیرے میں بھاگے چلے جا رہے تھے وہ انہیں اس طرح زمین پر گرتے دیکھ کر واپس پلٹے لیکن اس سے پہلے ہی دونوں دوبارہ اٹھ کر بھاگنے لگے تھے۔ ان کے قریب پہنچتے ہی وہ سب ایک جانب ہو گئے اور دوبارہ شعلوں کی لپیٹ میں آنے سے بچ گئے۔ لیکن اس وقفے میں وہ پتلا ہمارے انجانی قریب آن کر فضا میں معلق ہو گیا تھا اور بغیر کسی وقفے سے ہم پر شعلوں کی بارش کر دی اس بار سب خود کو نہ بچا سکے اور بری طرح شعلوں کی لپیٹ میں آ کر جھلس گئے۔ میرے پاس چونکہ تعویذ تھا جو میں نے منگھوٹی سے اپنی منگھٹی میں دبایا ہوا تھا اس کی وجہ سے شعلوں کا اثر مجھ پر نہیں ہوا اور میں نے اللہ کا نام لے کر اس کا رخ اس شیطانی پتلے کی طرف کر دیا تعویذ سے ایک چمکدار شعلہ نکلا اور کسی تیر کی طرح اڑتا ہوا سیدھا اس پتلے کے سینے پر جا لگا پتلا ایک جھٹکے سے فضا میں اچھلا اور سرمئی رنگ کا دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ میں ایک بحری جہاز کے ذریعے وہاں سے زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کالے جزیرے پر مدفن خزانہ دوبارہ دنیا والوں کے لئے ایک چیلنج بن کر رہ گیا۔ اور آج بھی کئی سر پھرے نوجوان اُسے حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر سفر کرتے رہتے ہیں۔

